وقت کا تقاضا ہے کہ ہر شخص اپنا محاسبہ کرے۔

حاسبوا انفسکم قبل ان تحاسبوا

سعادت نامہ

یعنی اپنی علمی کمیوں اور کوتاہیوں پر

مولانا محمد سعد صاحب کاندھلوی کے رجوع نامے

اور

اکابر دار العلوم دیوبند کا فتویٰ اور موقف

مع

مطالعہ تفسیر متعلقہ آیات سیدنا موسیٰ علیہ السلام

از: حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب اعظمی

استاذ حدیث دار العلوم دیوبند

پیش کش

ادارہ پیغام محمود دیوبند

دار العلوم مارکیٹ بالمقابل جامع رشید، مدنی روڈ

Mob:9412479220

10/3/2017

Scanned by CamScanner

مستحسن قدم

دعوت و تبلیغ کے عنوان پر افواہوں کا بازار گرم ہے کہ دار العلوم اور مرکز کے درمیان علمی اور فکری ٹکراؤ ہورہا ہے امت مسلمہ حیران و پریشان ہے کہ خدارا اب کیا ہوگا؟ ایک طرف عالم اسلام میں حنفی مسلک کی سب سے بڑی مرکزی درسگاہ دار العلوم دیوبند کے ذمہ داران ہیں دوسری طرف مولانا محمد الیاس کاندھلویؒ سے منسوب دعوت و تبلیغ سے متعلق جماعت کے ذمہ دار ہیں دونوں ہی اپنی رائے پر قائم ہیں فرق اتنا ہے کہ ایک طرف علماء و محدثین کی جماعت ہے ان میں بعض تو بانئ تبلیغی جماعت کے ہمعصر، شیخ الہندؒ کے چہیتے شاگرد حضرت شیخ الاسلام کے شاگرد ہیں۔ بہرحال خط و کتابت کا سلسلہ طویل ضرور ہوا لیکن بات اپنے آخری مرحلہ تک پہنچ گئی، نبیرۂ بانئ تبلیغی جماعت، مولانا محمد ہارون صاحب کے ہوش مند بیٹے مولانا محمد سعد صاحب نے سعادت مندی کا ثبوت دیا، بلا قید و بندان کا آخری رجوع نامہ "دہلی کے اردو اخبارات" میں پڑھنے کو ملا، خدا کرے اکابر دار العلوم دیوبند کی منشاء کے مطابق ہو، باری تعالیٰ موصوف کو رجوع نامہ پر عمل کرنے اور آئندہ وعدہ کے مطابق ایسے بیانات سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

دوسری جانب اکابر دار العلوم دیوبند مبارک باد کے مستحق ہیں جن کی دور رس نگاہوں نے ایک مُہلک بیماری کو بھانپا، اور بروقت علاج فرما کر امت مسلمہ کو بچالیا۔ جزاک اللہ خیر الجزاء

کاش اکابر دار العلوم دیوبند، ذمہ داران مرکز کی ایک دیرینہ پریشانی کا علاج فرمادیتے۔ اہل مرکز اکثر یہ شکوہ کرتے ہوئے دیکھے گئے کہ ہمارے پاس اہل علم نہیں ہیں جو جماعتوں کی نگہبانی کرسکیں، رہبری کرسکیں۔ بہرکیف مطالبہ اور شکوہ جائز ہے اگر اکابر دار العلوم اس موڑ پر دار العلوم سے نکلنے والی، ہفتہ واری، چالیس دن یا چار ماہ والی جماعتوں کیلئے ایسا ہدایات نامہ جاری فرمادیں جس سے امر بالمعروف و نہی عن المنکر دونوں پر کام آسان ہو، اصلاح عقائد و نماز کے ساتھ حقوق العباد کی فکر بھی ہو، چوں کہ یہ علماء کی جماعتیں ہیں اگر آج یہ ان امور پر نظر نہیں رکھیں گے تو کل امت کو منکرات سے کیسے بچا پائیں گے۔

اسی طرح جماعتی ذمہ دار اپنے جماعتی بھائیوں کے ذہنوں میں علماء کی ناقدری اور مدارس کے خلاف جو فضا بنی ہوئی ہے اس کو ختم کرنیکی کوشش کریں۔ سنا گیا ہے کہ جماعتی احباب اپنی زیر سایہ مساجد میں بغیر سال لگائے عالم دین کو امامت و خطابت کی اجازت تک نہیں دیتے۔ عزیزو! یہ باتیں امت کو منجدھار میں پھنسانے والی، محبت کے بجائے نفرت کا بڑھاوا دینے والی علما اور امت کے درمیان خلیج پیدا کرنے والی ہیں۔ مدارس اور یہ اصلاحی نظام دونوں صرف ضروری ہی نہیں بلکہ دونوں کا آپس میں شیر و شکر ہونا بھی ضروری ہے۔

مدارس سے دین کی سمجھ آئے گی اور جماعت سے عمل کی بیداری پیدا ہوگی۔ اللہ عمل کی توفیق دے۔ مرتب:

Scanned by CamScanner

Ph: (01336) 222429
Fax: (01336) 222768
بسم اللہ الرحمن الرحیم
Web: www.darululoom-deoband.com
Email: info@darululoom-deoband.com

دارالعلوم دیوبند

Darul-Uloom, Deoband. U.P. India

التاریخ .... حوالہ ....

ضروری وضاحت

جناب مولانا محمد سعد صاحب کاندھلوی کے بعض غلط نظریات وافکار اور قابلِ اشکال بیانات کے سلسلے میں ملک وبیرون ملک سے آمدہ خطوط وسوالات کے پیش نظر ''دارالعلوم دیوبند'' کے اکابر اساتذہ کرام اور جملہ مفتیان کرام کے دستخط کے ساتھ ایک متفقہ موقف قائم کیا گیا تھا، لیکن اس تحریر کے اجراء سے قبل یہ اطلاع ملی کی مولانا محمد سعد صاحب کی طرف سے ایک وفد گفتگو کیلئے ''دارالعلوم'' آنا چاہتا ہے، چنانچہ وفد آیا اور اس نے مولانا محمد سعد صاحب کا یہ پیغام پہنچایا کہ وہ رجوع کیلئے تیار ہیں، چنانچہ متفقہ موقف کی کاپی وفد کے ہمراہ مولانا محمد سعد صاحب کی خدمت میں ارسال کردی گئی، پھر اُن کی طرف سے اس کا جواب بھی موصول ہوا، لیکن مجموعی طور پر ''دارالعلوم دیوبند'' اُن کی تحریر سے مطمئن نہیں ہوا، جس کی سردست کچھ تفصیل مولانا محمد سعد صاحب کے پاس خط کے ذریعے ارسال کردی گئی ہے۔

دارلعلوم دیوبند اکابر کی قائم کردہ جماعت تبلیغ کے مبارک کام کو غلط نظریات اور افکار کی آمیزش سے بچانے اور اکابر کے مسلک ومشرب پر قائم رکھنے، نیز جماعت کی افادیت اور علمائے حق کے درمیان اس کے اعتماد کو باقی رکھنے کیلئے اپنا متفقہ موقف اہل مدارس، اہل علم اور امت کے سنجیدہ حضرات کی خدمت میں ارسال کرنا ایک دینی فریضہ سمجھتا ہے۔

اللہ تعالیٰ اس مبارک جماعت کی ہر طرح حفاظت فرمائے اور ہم سب کو مسلکاً وعملاً راہ حق پر قائم رہنے کی توفیق بخشے، آمین۔

۵-۳-۱۴۳۸ھ ۵-۳-۱۴۳۸ھ

Scanned by CamScanner

Ph. : (01336) 222429
Fax : (01336) 222768
Web : www.darululoom-deoband.com
Email: info@darululoom-deoband.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دار العلوم دیوبند

Darul-Uloom, Deoband. U.P. India

حوالہ............ التاریخ............

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العلمین والصلوٰۃ والسلام علی سید الإنبیاء المرسلین، محمد و آلہ وأصحابہ أجمعین، أما بعد:

اس وقت دنیا کے بہت سے علمائے حق اور مشائخ وغیرہ کی طرف سے یہ تقاضہ کیا جارہا ہے کہ جناب مولانا سعد صاحب کاندھلوی کے نظریات اور افکار کے سلسلے میں "دارالعلوم دیوبند" اپنا موقف واضح کرے، حال ہی میں بنگلہ دیش کے معتمد علماء اور پڑوسی ملک کے بھی بعض علماء کی طرف سے خطوط موصول ہوئے ہیں اور اندرون ملک سے بھی "دارالافتاء، دارالعلوم دیوبند" میں کئی استفتاءات آئے ہوئے ہیں، ہم جماعت کے داخلی انتشار واختلاف اور نظم وانتظام سے قطع نظر یہ عرض کرنا چاہتے ہیں کہ گذشتہ کئی سالوں سے استفتاءات اور خطوط کی شکل میں مولانا محمد سعد صاحب کاندھلوی سے متعلق جو نظریات وافکار دارالعلوم دیوبند کو موصول ہورہے ہیں تحقیق کے بعد اب یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچی ہے کہ ان کے بیانات میں قرآن وحدیث کی غلط یا مرجوح تشریحات، غلط استدلالات اور تفسیر بالرائے پائی جارہی ہے، بعض باتوں میں انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی شان اقدس میں بے ادبی ظاہر ہوتی ہے، جب کہ بہت سی باتیں ایسی ہیں، جن میں موصوف جمہور امت اور اجماعِ سلف کے دائرے سے باہر نکل رہے ہیں۔

بعض فقہی مسائل میں بھی وہ معتبر دارالافتاؤں کے متفقہ فتویٰ کے برخلاف بے بنیاد نئی رائے قائم کر کے عوام کے سامنے شدت کے ساتھ بیان کررہے ہیں، نیز تبلیغی جماعت کے کام کی اہمیت وہ اس طرز پر بیان کررہے ہیں کہ جس سے دین کے دیگر شعبوں پر سخت تنقید اور ان کا استخفاف ہورہا ہے اور سلف کی پرانی

دعوتی ترتیبوں کا ردّ و انکار لازم آرہا ہے، نیز اس کی وجہ سے اکابر و اسلاف کی عظمت میں کمی، بلکہ استخفاف پیدا ہورہا ہے، ان کا یہ رویہ جماعت تبلیغ کے سابقہ ذمہ داران: حضرت مولانا الیاس صاحبؒ، حضرت مولانا یوسف صاحبؒ اور حضرت مولانا انعام الحسن صاحبؒ کے یکسر خلاف ہے۔

مولانا محمد سعد صاحب کے بیانات کے جو اقتباسات ہم تک موصول ہوئے ہیں، جن کی نسبت ان کی طرف ثابت ہوچکی ہے، ان میں سے چند یہ ہیں۔

"حضرت موسیٰ علیہ السلام قوم اور جماعت کو چھوڑ کر حق تعالیٰ کی مناجات کے لئے خلوت وعزلت میں چلے گئے، جس سے بنی اسرائیل کے پانچ لاکھ اٹھاسی ہزار افراد گمراہ ہوگئے، اصل تو موسیٰ علیہ السلام تھے، وہی ذمہ دار تھے، اصل کو رہنا چاہئے، ہارون علیہ السلام تو معاون اور شریک تھے۔"

"نقل وحرکت توبہ کی تکمیل وتزکیہ کیلئے ہے، توبہ کی تین شرطیں تو لوگ جانتے ہیں، چوتھی شرط نہیں جانتے، بھول گئے وہ کیا ہے، خروج، اس شرط کو لوگوں نے بھلا دیا، ۹۹ قتل کرنے والے کی پہلی ملاقات راہب سے ہوئی، راہب نے اس کو مایوس کردیا، پھر اس کی ملاقات ایک عالم سے ہوئی، عالم نے کہا کہ تم فلاں بستی کی طرف خروج کرو، اس قاتل نے خروج کیا، تو اللہ نے اس کی توبہ قبول کرلی، اس سے معلوم ہوا کہ توبہ کے لئے؟ خروج شرط ہے، اس کے بغیر توبہ قبول نہیں ہوتی، یہ شرط لوگ بھول گئے، توبہ کی تین شرطیں بیان کرتے ہیں، چوتھی شرط یعنی خروج بھول گئے"۔

"ہدایت ملنے کی جگہ مسجد کے علاوہ کوئی نہیں، وہ دینی شعبے جہاں دین ہی پڑھایا جاتا ہے، اگر ان کا بھی تعلق مسجد سے نہیں، تو خدا کی قسم اس میں بھی دین نہیں ہوگا، ہاں دین کی تعلیم ہوگی دین نہیں ہوگا" (اس اقتباس میں مسجد کے تعلق سے ان کا منشا مسجد میں جاکر نماز پڑھنا نہیں ہے، اس لئے کہ انہوں نے مسجد کی اہمیت اور دین کی بات مسجد ہی میں لاکر کرنے کے

Scanned by CamScanner

سلسلے میں اپنے مخصوص نظریے کو بیان کرتے وقت کہی ہے، جس کی تفصیل آڈیو میں موجود ہے، ان کا نظریہ یہ بن چکا ہے کہ دین کی بات مسجد سے باہر کرنا خلاف سنت ہے، انبیاء اور صحابہ کے طریقے کے خلاف ہے۔)''

''اجرت لے کر دین کی تعلیم دینا دین کو بیچنا ہے، زنا کار لوگ تعلیم قرآن پر اجرت لینے والوں سے پہلے جنت میں جائیں گے''۔

(میرے نزدیک کیمرے والا موبائیل جیب میں رکھ کر نماز نہیں ہوتی، تم علماء سے جتنے چاہے فتوے لے لو، کیمرے والے موبائیل سے قرآن کا پڑھنا اور سننا قرآن کی توہین کرنا ہے، اس میں گناہ ملے گا، کوئی ثواب نہیں ملے گا، اس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ قرآن پر عمل کرنے سے محروم کردیں گے، جو علماء اس سلسلے میں جواز کا فتویٰ دے رہے ہیں میرے نزدیک وہ علماء سوء ہیں، علماء سوء ہیں، اُنکے دل ودماغ یہود ونصریٰ سے متاثر ہیں، وہ بالکل جاہل علماء ہیں میرے نزدیک جو عالم اس کے جواز کا فتویٰ دے، خدا کی قسم اس کا دل اللہ کے کلام کی عظمت سے خالی ہے، یہ بات میں اس لئے کہہ رہا ہوں کہ مجھ سے ایک بڑے عالم نے کہا کہ اس میں کیا حرج ہے؟ میں نے کہا کہ اصل میں اس عالم کا دل اللہ کی عظمت سے خالی ہے، چاہے اس کو بخاری یاد ہو، بخاری تو غیر مسلم کو بھی یاد ہو سکتی ہے۔''

''ہر مسلمان پر قرآن کو سمجھ کر پڑھنا واجب ہے، واجب ہے، واجب ہے، جو اس واجب کو ترک کرے گا، اس کو ترک واجب کا گناہ ملے گا''۔

''مجھے حیرت ہے کہ پوچھا جائے کہ تمہارا اصلاحی تعلق کس سے ہے؟ کیوں نہیں کہتے کہ میرا اصلاحی تعلق اس کام سے ہے، میرا اصلاحی تعلق دعوت سے ہے، اس بات پر یقین کرو کہ اعمال دعوت تربیت کے لئے کافی نہیں، بلکہ ضامن ہیں، میں نے خوب غور کرلیا، کام کرنے والوں کے پیر اکھڑنے کی اصل وجہ یہ ہے، مجھے تو غم ہے کہ ان لوگوں کا جو یہاں بیٹھ کر کہتے ہیں کہ چھ نمبر پورا دین نہیں ہے، خود اپنی دبی کو کھٹی کہنے والا کبھی تجارت نہیں کرسکتا، مجھے سخت

Scanned by CamScanner

حیرت ہوئی کہ ہمارے ایک ساتھی نے آکر مجھ سے کہا کہ مجھے ایک مہینے کی چھٹی چاہئے، مجھے فلاں شیخ کی خدمت میں اعتکاف کے لئے جانا ہے، میں نے کہا کہ اب تک تم لوگوں نے دعوت وعبادت کو جمع نہیں کیا، تمہیں کم از کم چالیس سال تبلیغ میں ہو گئے، چالیس سال تبلیغ میں چلنے کے بعد ایک آدمی یوں کہے کہ مجھے چھٹی چاہئے، کیوں کہ میں ایک مہینہ اعتکاف کے لئے جانا چاہتا ہوں، میں نے کہا کہ جو آدمی دعوت سے چھٹی مانگ رہا عبادت کے لئے، وہ دعوت کے بغیر عبادت میں ترقی کیسے کر سکتا ہے؟ میں صاف صاف بات کہہ رہا ہوں کہ اعمال نبوت اور اعمال ولایت میں جو فرق ہے یہ فرق صرف نقل وحرکت کے نہ ہونے کا ہے، میں صاف صاف بات کہہ رہا ہوں کہ ہم صرف دین سیکھنے کی تشکیل پر نہیں نکال رہے ہیں، اس لئے کہ دین سیکھنے کے تو اور بھی راستے ہیں، بس تبلیغ میں نکلنا ہی کیوں ضروری ہے، دین ہی تو سیکھنا ہے، مدرسہ سے سیکھ لو، خانقاہوں سے سیکھ لو"۔

ان کے بیانات کے بعض ایسے اقتباسات بھی موصول ہوئے ہیں جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ مولانا محمد سعد صاحب کے نزدیک دعوت کے وسیع مفہوم میں صرف تبلیغی جماعت کی موجودہ ترتیب ہی داخل ہے، صرف اسی کو وہ انبیاء اور صحابہ کے طریقۂ جہد سے تعبیر کر رہے ہیں اور اسی خاص ترتیب کو سنت اور بعینہٖ انبیاء کی محنت کا مصداق قرار دیتے ہیں، حالاں کہ جمہور امت کا متفقہ مسلک ہے کہ دعوت تبلیغ ایک امر کلی ہے، جس کی شریعت میں کوئی ایسی خاص ترتیب لازم نہیں کی گئی کہ جس کے چھوڑنے سے سنت کا ترک لازم آئے، مختلف زبانوں میں دعوت وتبلیغ کی شکلیں مختلف رہی ہیں، کسی بھی دور میں دعوت کے فریضے سے بے اعتنائی نہیں برتی گئی، صحابہ کے بعد تابعین، تبع تابعین، ائمہ مجتہدین، فقہاء محدثین، مشائخ اولیاء اللہ، اور قریبی عہد کے ہمارے اکابر نے عالمی سطح پر دین کو زندہ کرنے کیلئے مختلف طریقے اختیار کیے۔

ہم نے اختصار کی وجہ سے یہ چند باتیں ہی عرض کیں ہیں، ان کے علاوہ بھی

Scanned by CamScanner

بہت سی ایسی باتیں موصول ہو رہی ہیں، جو جمہور علماء سے ہٹ کر ایک نئے مخصوص نظریہ کی غماز ہیں، ان باتوں کا غلط ہونا بالکل واضح ہے، اس لئے اس پر تفصیلی کلام کی یہاں پر ضرورت نہیں ہے۔

اس سے پہلے دارالعلوم دیوبند کی طرف سے کئی بار خطوط کے ذریعے اور دارالعلوم میں تبلیغی اجتماع کے موقع پر "بنگلہ والی مسجد" کے وفد کے سامنے بھی اس پر توجہ دلائی گئی تھی، لیکن خطوط کا اب تک کوئی جواب موصول نہیں ہوا۔

جماعت تبلیغ ایک خالص دینی جماعت ہے، جو عملاً و مسلکاً جمہور امت اور اکابر رحمہم اللہ کے طریق سے ہٹ کر محفوظ نہیں رہ پائے گی، انبیاء کی شان میں بے ادبی، فکری انحرافات، تفسیر بالرائے، احادیث و آثار کی من مانی تشریحات سے علمائے حق کبھی متفق نہیں ہو سکتے اور اس پر سکوت اختیار نہیں کیا جا سکتا، اس لئے کہ اسی قسم کے نظریات بعد میں پوری جماعت کو راہ حق سے منحرف کر دیتے ہیں، جیسا کہ پہلے بھی بعض اصلاحی اور دینی جماعتوں کے ساتھ یہ حادثہ پیش آ چکا ہے۔

اس لئے ہم ان معروضات کی روشنی میں امت مسلمہ بالخصوص عام تبلیغی احباب کو اس بات سے آگاہ کرنا اپنا دینی فریضہ سمجھتے ہیں کہ مولوی محمد سعد صاحب کم علمی کی بنا پر اپنے افکار و نظریات اور قرآن و حدیث کی تشریحات میں جمہور اہل السنۃ والجماعۃ کے راستے سے ہٹتے جا رہے ہیں، جو بلا شبہ گمراہی کا راستہ ہے، اس لئے ان باتوں پر سکوت اختیار نہیں کیا جا سکتا، اس لئے کہ یہ نظریات اگرچہ ایک فرد کے ہیں، لیکن یہ چیزیں اب عوام الناس میں پھیلتی جا رہی ہیں۔

جماعت کے حلقہ میں اثر و رسوخ رکھنے والے معتدل مزاج اور سنجیدہ اہم ذمہ داران کو بھی ہم متوجہ کرنا چاہتے ہیں کہ اکابر کی قائم کردہ اس جماعت کو جمہور امت اور سابقہ اکابر ذمہ داران کے مسلک و مشرب پر قائم رکھنے کی سعی کریں، اور مولوی محمد سعد صاحب کے جو غلط افکار و نظریات عوام الناس میں پھیل چکے ہیں، ان کی اصلاح کی پوری کوشش کریں، اگر ان پر فوری قدغن نہ لگائی گئی، تو خطرہ ہے کہ

Scanned by CamScanner

آگے چل کر جماعت سے وابستہ امت کا ایک بڑا طبقہ گمراہی کا شکار ہو کر فرقہ ضالہ کی شکل اختیار کر لے۔

ہم سب دعاء گو ہیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ جماعت کی حفاظت فرمائے اور اکابر کے طریق پر اخلاص کے ساتھ جماعت تبلیغ کو زندہ جاوید اور پھلتا پھولتا رکھے، آمین ثم آمین۔

دستخط اکابر علمائے دارالعلوم دیوبند

حبیب الرحمٰن عفا اللہ عنہ
مفتی دارالعلوم دیوبند
۲۷/۲/۱۴۳۸ھ

محمد اسد اللہ غفرلہ
معین مفتی دارالعلوم دیوبند
۲۸/۲/۱۴۳۸ھ

نوٹ: پہلے اس طرح کی نامناسب باتیں تبلیغی جماعت میں شامل بعض افراد کی طرف سے ہوئی تھیں، تو اس دور کے علمائے دین، مثلاً: حضرت شیخ الاسلامؒ وغیرہ نے ان کو متنبہ کیا، تو ان حضرات نے اس کا تدارک کیا، مگر اب خود ذمہ دار ہی اس طرح کی باتیں، بلکہ اس سے بڑھ کر جیسا اقتباسات سے واضح ہے کر رہے ہیں اور ان کو توجہ دلائی گئی، مگر وہ متوجہ نہیں ہو رہے ہیں، جس کی بنا پر لوگوں کو گمراہی سے بچانے کیلئے اس فیصلہ اور فتویٰ کی تصدیق کی جاتی ہے۔

(مولانا) نعمت اللہ غفرلہ (صاحب)

Scanned by CamScanner

Ph (01336) 222429
Fax (01336) 222768
Web www.darululoom-deoband.com
Email info@darululoom-deoband.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دار العُلوم دیوبند

Darul-Uloom, Deoband. U.P. India

التاریخ............ باسمہٖ سبحانہ وتعالیٰ حوالہ.....

مولانا محمد سعد صاحب کاندھلوی کی وضاحتی تحریر دارالعلوم کا جوابی خط

مولانا محمد سعد صاحب کی طرف سے دارالعلوم دیوبند کے متفقہ موقف کے جواب میں جو وضاحتی تحریر موصول ہوئی تھی دارالعلوم دیوبند نے اس پر عدم اطمینان کا اظہار کرتے ہوئے متفقہ موقف جاری کرنے کا فیصلہ کیا تھا اور اس کی اطلاع مولانا محمد سعد صاحب کو بھی بذریعہ خط دی گئی تھی، وضاحتی تحریر اور خط کی اشاعت مناسب نہیں سمجھی گئی، لیکن اب جب کہ نظام الدین کے بعض ذمہ داران کی طرف سے ایک تمہید کے ساتھ وضاحتی تحریر عام کردی گئی تو اس خط کی اشاعت بھی ضروری ہوگئی جس میں دارالعلوم دیوبند نے اپنی بے اطمینانی کی سردست کچھ تفصیل درج کی تھی تاکہ لوگوں کو یہ معلوم ہوسکے کہ دارالعلوم دیوبند کی بے اطمینانی کی بنیاد کیا تھی اور مولانا کے رجوع کی کیا حیثیت تھی؟

ذیل میں مولانا محمد سعد صاحب کی وضاحتی تحریر اور دارالعلوم کا خط شائع کیا جارہا ہے، اگر ضرورت محسوس ہوئی تو مزید تفصیل بعد میں شائع کی جائے گی۔

والسلام

ابوالقاسم نعمانی غفرلہ
مہتمم دارالعلوم دیوبند
۸/۳/۱۴۳۸ھ

Scanned by CamScanner

مولانا محمد سعد صاحب کاندھلوی کی وضاحتی تحریر

(مندرجہ ذیل تحریر ہاتھ کی لکھی ہوئی ہے)

باسمہ سبحانہ وتعالیٰ

مکرم ومحترم حضرت مولانا مفتی ابوالقاسم صاحب ودیگر حضرات اکابر علماء کرام

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ حضرات کی تحریر گرامی موصول ہوئی جس میں احقر کے نظریات اور افکار کے سلسلے میں احقر کے بعض بیانات سے قرآن وحدیث کی غلط یا مرجوح تشریحات تفسیر بالرائے انبیاء کرام کی شان میں بے ادبی یا متفقہ فتاویٰ کے خلاف اپنی رائے یا جمہور علماء سے ہٹ کر کسی مخصوص نظریہ کی طرف نعوذ باللہ میلان کی شکایات آپ کے یہاں دارالافتاء میں استفتاء کی شکل میں موصول ہونے کا حال تحریر فرمایا گیا۔

(ا) اس سلسلہ میں اوّلاً احقر بغیر کسی تردّد اور تأمل کے صاف لفظوں میں اپنا موقف واضح کرنا ضروری سمجھتا ہے کہ احقر الحمد للہ اپنے تمام اکابر ومشائخ علماء دیوبند ومظاہر علوم سہارن پور کے موقف اور اپنی جماعت کے اکابر حضرت مولانا محمد یوسف اور حضرت مولانا انعام الحسن کے مسلک ومشرب پر قائم ہے اور اس سے ایک ذرہ انحراف کو بھی پسند نہیں کرتا۔

اس سلسلہ میں جن سابقہ قدیم بیانات کا حوالہ تحریر گرامی میں دیا گیا ہے احقر اس کو اپنا ایک دینی فریضہ سمجھتے ہوئے اپنی جانب سے واضح الفاظ میں رجوع کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ سے عفو ومغفرت کا طالب ہے یہ ہمارے اسلاف ومشائخ کی سنت ہے کہ جب کسی موقع پر اپنی غلطی کا ان کو علم ہوا، انہوں نے اس سے رجوع فرمایا، اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے بزرگوں کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے اور کوتاہیوں ولغزشوں سے حفاظت فرمائے۔

Scanned by CamScanner

(۲) اس سلسلے میں ثانیاً یہ بات بھی عرض کر دینا بھی ضروری سمجھتا ہوں کہ دور حاضر میں جن حضرات کو ہمارے دعوت والے مبارک عمل سے مناسبت نہیں ہے یا خدانہ خواستہ مخالفت کا مزاج ہے ان کی تمام تر کوششیں یہ رہتی ہیں کہ مدارس کے علماء حضرات اور دعوت تبلیغ کے خدام کے درمیان منافرت و بعد پیدا کیا جائے اور ان کی غلطی اور چوک سے فائدہ اٹھا کر امت میں خلفشار و انتشار پیدا کیا جائے، اور ایک دوسرے سے بدظن کیا جائے اس لئے احقر کا معمول اس طرح کے فتنوں اور بدگمانیوں کے مواقع سے بچنے کے لئے کئی سال سے یہ ہے کہ اپنے اسلاف واکابر اور جمہور علماء امت اور ان کے موقف و مسلک اور مدارس و مراکز علم کا ذکر و تذکرہ اور ان کی طرف تمام امور میں رجوع اور اپنے تمام مسائل میں علماء سے رابطہ رکھنے کے لئے اپنے بیانات میں غیر معمولی اہتمام کرتا ہے تاکہ بدگمانیوں کا کوئی موقع کسی کے ہاتھ نہ آئے، میرے اس طرح کے بیانات روز آنہ مرکز میں جماعتوں کے سیکڑوں افراد کو روانہ کرتے وقت روز آنہ ہوتے ہیں، جس کا جی چاہے جب چاہے سن لے ملک اور بیرون ملک کے بڑے اجتماعات میں جہاں کا مجمع لاکھوں سے متجاوز ہوتا ہے وہاں بھی اہتمام کرتا ہوں، سال گزشتہ رائے ونڈ کے اجتماع میں بڑی تفصیل سے احقر نے عوام کے لاکھوں کے مجمع کو علم دین اور علماء دین کی طرف متوجہ کیا، حضرت مولانا سلیم اللہ خاں کی زیر نگرانی ان کے جامعہ فاروقیہ سے نکلنے والے ماہنامہ "الفاروق" ماہ ذیقعدہ ۳۶ھ مطابق ماہ اگست ۱۵ء کے شمارے میں جو چار زبانوں میں شائع ہوتا ہے اس بیان کو عوام الناس کو بدگمانی کے گناہ سے بچانے کیلئے اہتمام سے شائع کرا کر اپنی اور اپنے مدرسے کی شرعی ذمہ داری کا ثبوت پیش فرمایا حالاں کہ احقر کا بیان اپنی ذاتی حیثیت سے کوئی قابل اشاعت چیز نہیں ہے لیکن انہوں نے اس بیان کے اہم اجزاء سرخی عنوان کے ساتھ مصلحۃً شائع فرمائے، مثلاً علم اور علماء اس دنیا میں اللہ تعالیٰ کی سب سے بڑی امانت ہیں، ان کی زیارت عبادت ہے، علماء کی مجالس ان کی صحبت سے استفادہ قدم قدم پر زندگی میں علماء سے

Scanned by CamScanner

پوچھ پوچھ کر چلنا ہماری محنت اور دعوت کا مقصد جہالت کو ختم کرنا اور حصول علم کی طلب پیدا کرنا، دین کے کسی شعبہ کا انکار حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے احکامات کا انکار ہے وغیرہ وغیرہ دو سال قبل ہمارے ملک میں سیتا پور کے عالمی اجتماع میں اور اس ماہ بھوپال کے عالمی اجتماع میں احقر نے ان تمام نازک امور کا پورا خیال رکھا ہے۔

بھوپال کے گزشتہ ہفتہ کے لاکھوں کے مجمع میں احقر کے بیان کو تمام ذرائع ابلاغ وہاٹس ایپ، فیس بک، یوٹیوب نے خصوصی اہتمام سے شائع کیا، جس میں کہا گیا کہ علماء کی مجالس اور مساجد میں قرآنی تفاسیر کے حلقے یہ ایسی چیز ہیں جن کی امت کو سخت ضرورت ہے، اگر ان کو ہلکا سمجھا گیا تو یہ بڑا فتنہ اور بڑی محرومی کا سبب ہے۔

نیز یاد رکھیں کہ ہم کوئی جماعت نہیں ہیں ہمارا کوئی مذہب اور کوئی الگ طریقہ نہیں ہے، ہم اہل سنت والجماعت ہیں اور ہم سب کیلئے جو چلنے کا راستہ ہے اور ہمارا منشور اور طریقہ ہے اور دینی و دنیوی امور میں اور علمی استفادے میں جو ہمارا مرکز ہے وہ یہ دینی مدارس ہیں جن کو اللہ تعالی نے اس ملک میں اور خاص طور پر یوپی کے علاقہ میں مرکزی حیثیت عطا فرمائی ہے، علماء دیوبند کا جو مسلک ہے وہی ہمارا مسلک ہے تبلیغی کام کرنے والوں کا اپنی کوئی رائے قائم کرنا انتہائی گمراہی اور فتنہ کا سبب ہے یہ بات دل سے نکال دینا کہ ہمارا ان مراکز کے علاوہ کوئی اور مرجع ہے اس کی قطعاً گنجائش نہیں ہے۔ انتہی

بھوپال کے اس ہی اجتماع کے ختم ہونے سے پہلے وہاں کے دعوت کے ذمہ دار احباب کو امریکہ، کناڈا، برطانیہ، اور یورپ کے علماء کرام اور دعوت کے احباب نے احقر کے اس بیان کے خیر مقدم کی اطلاع بھوپال ہی میں دی جس کا تذکرہ احباب نے مجھ سے کیا اور یہ مذکورہ بالا جملہ بیانات ہزاروں کی تعداد میں اول سے آخیر تک میرے الفاظ کے ساتھ محفوظ ہیں، آج کل کے حیرت ناک عجیب وغریب ذرائع ابلاغ کی وجہ سے ایک ایک بات پورے عالم میں اس ہی وقت پہنچ جاتی ہے جس وقت وہ اسٹیج سے

Scanned by CamScanner

کہی جا رہی ہے، پوری دنیا میں مذکورہ بالا بیانات کی اس قدر غیر معمولی اشاعت کے بالمقابل قدیم بیانات میں کی کسی چوک یا زبان کی بے احتیاطی یا بیان کے وقت تمام حکمتوں اور مصلحتوں کے احاطہ نہ ہونے کی وجہ سے اظہار خیال میں جو کوتاہی ہوئی اس سے آپ جیسے عالمی علمی دینی مرکز کے اہم ذمہ دار حضرات کو احقر و اس کے ساتھیوں کے افکار و خیالات موقف و مسلک میں کسی قسم کی جو بدگمانی ہوئی ہے، احقر اس کو نہایت افسوس ناک اور دعوت و تبلیغ والے مبارک عمل اور اس کے مرکز کے ساتھ عدم تعاون سمجھتا ہے۔ فإلى الله المشتكى وإليه المستعان

(نوٹ) ہمارے یہاں مرکز میں لیٹر پیڈ اور مہر وغیرہ کے استعمال کا معمول نہیں ہے، نیز احقر کے بیانات پر جو اعتراض ہیں ان کے متعلق احقر کی کم علمی کے باوجود جو معلومات اور ان کے علمی مراجع وغیرہ ہیں آئندہ ارسال کرنے کی کوشش کی جائے گی۔

بندہ محمد سعد

بنگلہ والی مسجد نظام الدین دہلی

۲۹ / صفر المظفر ۱۴۳۸ھ مطابق ۳۰ / نومبر ۲۰۱۶ء بروز چہار شنبہ

Scanned by CamScanner

جناب مولانا محمد سعد صاحب کی وضاحتی تحریر پر دار العلوم کا جوابی خط

جناب مولانا محمد سعد صاحب وفقنا اللہ وایاکم لما تحبہ وترضاہ۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

خیریت خواہ بحمدہ وتعالیٰ بعافیت ہے۔

تحریر طلب امر یہ ہے کہ آنجناب کا مرسلہ مکتوب پڑھ کر مسرت ہوئی، کیونکہ ہماری سعادت مندی کا تقاضا یہی ہے کہ اگر ہم سے اللہ رب العزت کے پسندیدہ دین کے احکام میں یا اُن کے منتخب وبرگزیدہ شخصیات علیہم الصلوٰۃ والسلام کی شان میں بھول چوک سے کوئی خطا سرزد ہوجائے، تو تنبہ پر بغیر کسی تاخیر کے اس سے رجوع اور اُسکے ناگوار اثرات کے تدراک کی مخلصانہ کوشش کیجائے، آپکے مرسلہ گرامی نامہ کے ابتدائی حصہ سے بظاہر یہی تاثر ہوتا ہے، جوکہ بلاشبہ قابلِ قدر ہے، لیکن خط کے آخری حصہ سے یہ تاثر ختم ہوجاتا ہے۔

کیونکہ خط کے آخر میں آپ نے لکھا ہے کہ "امور سطور بالا" کے بالمقابل قدیم بیانات میں احقر کی کسی چوک یا زبان کی بے احتیاطی یا بیان کے وقت تمام حکمتوں یا مصلحتوں کے احاطہ نہ ہونے کی وجہ سے اظہار خیال میں جو کوتاہی ہوئی، اس سے آپ جیسے عالمی، دینی، مرکز کے اہم ذمہ دار حضرات کو احقر واس کے ساتھیوں کے افکار وخیالات، موقف ومسلک میں کسی قسم کی جو بدگمانی ہوئی ہے، احقر اس کو نہایت افسوس ناک اور دعوت وتبلیغ والے مبارک عمل اور اس کے مرکز کے ساتھ عدم تعاون سمجھتا ہے" (بلفظہ)

اس سلسلہ میں عرض ہے کہ اولاً تو دار العلوم دیوبند کے موقف کی بنیاد آپ کے صرف پرانے بیانات نہیں ہیں بلکہ، ماضی قریب کے بیانات بھی ہیں، بلکہ ایک اقتباس کے کچھ اجزاء کو چھوڑ کر باقی تمام اقتباسات قریبی وقت کے ہیں۔

ثانیاً آپ کے حالیہ بیانات میں مدارس، علماء اہل اللہ سے قربت کی ترغیب تو دی گئی ہے لیکن قابل اشکال باتوں سے رجوع یا ان کی تردید کا کوئی ذکر نہیں ہے۔

تیسری بات یہ ہے کہ آپ کے مراسلہ کا آخری اور اختتامی حصہ صاف بتا رہا ہے

Scanned by CamScanner

کہ آپ کے نزدیک دار العلوم دیوبند کا یہ فتویٰ (جس کے پیش نظر یہ طویل مکتوب ارسال کیا گیا ہے) بدگمانی اور دعوت تبلیغ کے کام اور اس کے مرکز کے ساتھ عدم تعاون کے جذبے سے مرتب کیا گیا ہے، آنجناب کا یہ وہم اور خیال یکسر نادرست اور غلط ہے، فتاویٰ بدگمانی کی بنیاد پر نہیں، بلکہ بیان شریعت کے لئے جاری کئے جاتے ہیں، پھر آنجناب کو یہ ضرور معلوم ہوگا کہ "سوء ظن اور بدگمانی" علمی اور شرعی اعتبار سے اس ظن وگمان کو کہا جاتا ہے جو قرائن وامارات وعلامات کے بغیر قائم کیا جاتا ہے، جس ظن وگمان کی بنیاد قرینہ وامارت وعلامت پر ہو، اسے سوء ظنی اور بدگمانی سے تعبیر نہیں کیا جاسکتا ہے، علاوہ ازیں دار العلوم دیوبند کا یہ فتویٰ اور موقف تو آپ کی صریح اور غیر محتمل عبارتوں پر مبنی ہے، تو اسے بدگمانی پر محمول کرنا بجائے خود یک گونہ بدظنی ہے۔

بایں ہمہ چونکہ آپ ملک کے ایک نہایت معروف علمی ودینی خاندان کے فرد ہیں، پھر دعوت وتبلیغ کی آپ سے پشتینی وابستگی ہے، اسکے پیش نظر اس فتویٰ میں آنجناب کے ساتھ حسن ظن کے پہلو کو راجح رکھا گیا ہے، مگر وائے افسوس کہ آپ اسے بھی بدگمانی پر محمول کررہے ہیں، رہا دار العلوم دیوبند کا جماعت تبلیغ کے ساتھ بے لوث خیر خواہی کا تعلق اور اپنی تعلیمی وتدریسی مشاغل کی رعایت کے ساتھ تعاون، تو یہ عالم آشکارا ہے، اس پر کچھ کہنے کی ضرورت نہیں۔

مزید یہ ہے کہ خط کے آخر میں نوٹ کے عنوان سے آپ نے لکھا ہے کہ "احقر کے بیانات پر جو اعتراضات ہیں، ان کے متعلق احقر کی کم علمی کے باوجود جو معلومات انکے علمی مراجع وغیرہ آئندہ ارسال کرنے کی کوشش کی جائے گی، اس سے محسوس ہوتا ہے کہ آپ اپنی آراء اور افکار ونظریات کو صحیح سمجھتے ہیں، اور ان کے دلائل فراہم کرنا چاہتے ہیں۔

آنجناب کے نام اس مراسلہ کے بعد مراسلت کے سلسلے کو درازی سے بچانے کی غرض سے یہ خیال ہورہا ہے کہ اب دار العلوم دیوبند کا متفقہ موقف اہل مدارس، اہل علم اور امت کے سنجیدہ حضرات کی خدمت میں ارسال کردیا جائے، تاکہ جماعت کا یہ مبارک کام غلط نظریات وافکار کی آمیزش سے بچ سکے اور اس کی افادیت اور علماء حق کے درمیان اس کا اعتماد قائم رہے۔

ابو القاسم نعمانی ۵ / ۳ / ۱۴۳۸ھ

Scanned by CamScanner

مولانا محمد سعد صاحب کا رجوع نامہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

گرامی قدر مکرم حضرت مولانا ابوالقاسم نعمانی صاحب دامت برکاتہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ : آنجناب نے بندے کے چند مختلف بیانات کو قابل اعتراض قرار دیتے ہوئے جو تحریر مرتب فرمائی تھی، جسے عوام میں فتویٰ کا نام بھی دیا گیا، بندے نے اس کے بارے میں ایک رجوع نامہ آپ کی خدمت میں ارسال کیا تھا جس میں اپنے اکابر سلف اہل سنت والجماعت کے عقائد سے سرمو انحراف سے براءت کا اظہار کر کے جو باتیں ان کے مخالف بندہ سے سرزد ہوئی ہوں، ان سے رجوع کا اعلان کیا تھا، لیکن اس رجوع نامے کے آخر میں کچھ ایسے جملے آ گئے تھے جن کو رجوع کی روح کے منافی سمجھتے ہوئے اس سے متعارض قرار دیا گیا، اس لئے وہ رجوع نامہ قابل قبول نہیں سمجھا گیا، حقیقت یہ ہے کہ بندہ اپنا مافی الضمیر اس وقت پوری طرح واضح نہیں کر سکا، درحقیقت بات یہ تھی کہ آپ کی تحریر میں بندے کی کچھ باتیں تو ایسی تھیں جن سے بندہ نے غیر مشروط کا اظہار کیا تھا، اور کچھ باتیں ایسی تھیں جو درحقیقت سلف کے مفسرین کے ایسے کلام سے ماخوذ تھیں، جو شائد معترض حضرات کی نظر سے نہیں گذرا، جس کی وجہ سے انہیں قطعی بے اصل اور محض تفسیر بالرائے قرار دیا گیا، حالانکہ وہ سلف سے منقول ہیں، اور ان کی بناء پر کسی بات کو باطل محض یا گمراہی نہیں قرار دیا جا سکتا، زیادہ سے زیادہ انہیں مرجوح کہہ سکتے ہیں، ان منقولات کے مراجع آنجناب کی خدمت میں بھیجنے کا ارادہ اس غرض سے ظاہر نہیں کیا گیا تھا رجوع سے رجوع مقصود تھا، بلکہ یہ نقول آنجناب کی خدمت میں لانے کا منشاء یہ تھا کہ ان پر غور فرما لیا جائے، تاکہ ہر قسم کی غلطی کو ایک ہی صف میں شمار نہ کیا جائے، کیونکہ بعض جگہ مضمون کی غلطی ہوگی، بعض جگہ ترجیح کی غلطی ہوگی، اور بعض جگہ تعبیر کی کوتاہی، اور کچھ باتیں ایسی بھی ہونگی جن کا حاصل نزاع لفظی ہوگا، رجوع نامہ میں میں نے تمام امور کا اجمالی جواب دینا چاہا جو ان سب قسموں کو شامل ہو جائے، اس سے تعارض کا شبہ پیدا ہوا، اس لئے بندہ نے اول تو وہ موہم فقرے رجوع نامے سے

Scanned by CamScanner

نکال کر جناب کے پاس بھیجے، اور اب اس تحریر کے ذریعہ مفصل طور پر ایک ایک اعتراض کے بارے میں اپنا موقف اور رجوع کی نوعیت واضح کرنا چاہتا ہوں، جن سے انشاء اللہ تعارض کا اشتباہ رفع ہو جائے گا، آپ کی تحریر میں میرے جن بیانات کو قابل اعتراض قرار دیا گیا ہے، اب میں ان میں سے ہر ایک کے بارے میں اپنا موقف عرض کرتا ہوں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ :

اس واقعہ میں بندہ نے جو کچھ بیان کیا، وہ ان متعدد مفسرین کے قول کی بنیاد پر بیان کیا تھا جنہوں نے جلدی چلے آنے پر باری تعالیٰ کے سوال کو فی الجملہ نکیر پر محمول کیا، اور اسے بنی اسرائیل کی گمراہی کا سبب قرار دیا ہے، ان مفسّرین کی عبارتیں درج ذیل ہیں:

والاستفهام للانكار ويتضمن كما في الكشف انكار السبب الحامل لوجود مانع في البين وهو ايهام اغفال القوم وعدم الأعتداء بهم مع كونه عليه السلام مامورا باستصحابهم واحضارهم معه وانكار اصل الفعل لأن العجلة نقيصة في نفسها فكيف من أولي العزم اللائق بهم مزيد الحزم (روح المعانی: ج ۱۶ رص ۲۴۱)

اسی بات کو معارف القرآن میں بھی ایک قول کے طور پر نقل فرمایا ہے، جس کی عبارت یہ ہے: "آپکے منصب رسالت کا تقاضہ یہ تھا کہ قوم کے ساتھ رہتے، ان کو اپنی نظر میں رکھتے، اور ساتھ لاتے، آپ کی عجلت کا نتیجہ یہ ہوا کہ قوم کو سامری نے گمراہ کر دیا"

(معارف القرآن: ج ۶ رص ۱۲۲)

لہٰذا جو بات کہی گئی، وہ تفسیر بالرائے نہیں تھی، اس کی بنیاد سلف کے کلام میں موجود تھی، اس لئے اگر کوئی اس تفسیر کو اختیار کرے، تو اسے اہل سنت سے خارج نہیں کیا جا سکتا، البتہ بندہ یہ اعتراف کرتا ہے کہ اس کے مقابل دوسری تفسیر جو علامہ قرطبیؒ نے فرمائی ہے، بے غبار ہے اس کو اختیار کرنا اس لحاظ سے راجح ہے کہ اس سے کسی نبی کی طرف سے کسی اجتہادی غلطی کی نسبت کی بھی ضرورت نہیں ہوتی، نیز جس انداز اور تفصیل سے بندہ نے وہ بات عوام کے مجمع میں کہی، اس سے مزید غلط فہمیاں بھی پیدا ہو سکتی ہیں جو مقصود نہیں تھیں، اس لئے میں اپنے ایسے بیانات سے رجوع کرتا ہوں، اس لئے نہیں کہ وہ تفسیر بالرائے تھی، بلکہ اس لئے کہ وہ مرجوح تھی، اور اس کے بیان میں بھی

Scanned by CamScanner

قصور ہوا جس سے حضرت موسیٰؑ کے بارے میں بے ادبی کا شبہہ پیدا ہوا، بندہ حضرات انبیاء علیہم السلام کے بارے میں کسی ادنیٰ بے ادبی سے بھی اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتا ہے۔

اجرت لے کر تعلیم دینا :

دراصل بندہ یہ سمجھتا ہے کہ امام ابوحنیفہؒ کے مسلک میں طاعات پر اجرت لینا جائز نہیں ہے، لیکن متأخرین نے جو اجازت دی ہے وہ جس وقت کی تاویل سے دی ہے، لہٰذا اس کو تعلیم پر اجرت نہیں کہا جاسکتا، لیکن بندہ سے اس مفہوم کے ادا کرنے میں قصور ہوا، اور بات ایسے انداز سے کہہ دی گئی جس سے علم دین کے مدرسین کے بارے میں یہ عمومی تأثر پیدا ہو گیا کہ ان کا اجرت لینا جائز نہیں ہے، اس تأثر سے بھی بندہ واضح الفاظ میں رجوع کرتا ہے۔

موبائل سے قرآن کریم پڑھنا اور سننا :

واقعہ یہ ہے کہ ہمارے زمانے میں موبائل جس قسم کی خلاف شرع باتوں، بلکہ عریانی اور فحاشی میں استعمال ہو رہا ہے، اس کی وجہ سے یہ بندے کی رائے ہے کہ اس میں قرآن کریم کو محفوظ کر کے اس میں تلاوت کرنا قرآن کی بے ادبی ہے، یہ میری اور بعض دوسرے علماء کی بھی رائے ہے، دوسرے اہل علم اس سے اختلاف کر سکتے ہیں، لیکن اس کو بیان کرنے میں بندے سے ایک تو چوک ہوئی کہ ایک مجتہد فیہ مسئلے میں مخالف رائے کو بالکل باطل قرار دینا اس کے قائلین پر نکیر کرنا اور انہیں علماء سوء قرار دینا حدود سے متجاوز تھا جو عوام کو اجتناب کی تلقین کرنے کے سیاق میں سرزد ہوا، دوسرے کیمرے والے موبائل کو جیب میں رکھ کر نماز نہ ہونے کا حکم بھی اسی پر متفرع کیا گیا، تیسرے اس قسم کے مسائل کو جن میں علماء کرام کی دو رائیں ہو سکتی ہیں، تبلیغی اجتماعات میں بیان کرنے کا معمول نہیں رہا ہے، اس مسئلے کا بیان اس معمول کے خلاف ہوا۔

اپنی غلطی کے اس اعتراف کے ساتھ یہ گزارش بھی کرنا چاہتا ہوں کہ جس معاملے میں علماء معاصرین کی آراء مختلف ہوں، جس طرح انہیں عوام کے مجمع میں اس شدت

Scanned by CamScanner

کے ساتھ بیان کرنا درست طرز عمل نہیں جس شدت کے ساتھ بندے نے بیان کیا، اسی طرح اگر کوئی اس معاملہ میں محتاط رائے رکھتا ہو، تو یہ ایسی بات نہیں کہ اس کی بنا پر اسے گمراہ یا اہل سنت سے خارج قرار دیا جائے۔

اصلاحی تعلق اور دین کے دوسرے شعبے :

بندہ اپنے رجوع نامے کے شروع میں اپنا نقطۂ نظر واضح کر چکا ہے کہ بندے کے نزدیک تبلیغ کے علاوہ تعلیم دین اور تزکیہ کے لئے علماء اور اہل اللہ کی صحبت دین کا اہم شعبہ ہے، اور بندہ اپنے بیانات میں اس پر زور دیتا رہتا ہے، اور انشاء اللہ آئندہ بھی اس پہلو کو زیادہ اہمیت کے ساتھ واضح کرنے کی پوری کوشش کرے گا۔

لیکن جب کوئی شخص دین کے کسی ایک شعبے سے وابستہ ہوتا ہے، تو وہ اپنے احباب کو اس شعبے کی اہمیت بتانے اور انہیں کام پر آمادہ کرنے کیلئے اس پر زیادہ زور دیتا ہے، بندہ چونکہ تبلیغ کے کام سے وابستہ ہے، تو اپنے احباب کے سامنے اسی کی اہمیت زیادہ اہتمام کے ساتھ بیان کرتا ہے، بعض ایسے مقامات پر اس کام کی اہمیت ظاہر کرنے کیلئے بیان کا کچھ ایسا انداز ہو گیا ہے جس سے معاذ اللہ دین کے دوسرے شعبوں کی اہمیت کا کم ہونا سمجھا گیا ہے، جو حقیقت یہ ہے کہ مقصود نہیں تھا، اور جسکے مقصود نہ ہونے پر بندے کے دوسرے بیانات شاہد ہیں، لہٰذا بندے کا کوئی بھی ایسا بیان جس سے تبلیغ کے علاوہ دین کے دوسرے شعبوں کی ناقدری سمجھ میں آتی ہو، یا جس سے تبلیغ کے شرعی حکم کو کسی ایک خاص طریقے کے ساتھ محدود قرار دینا لازم آتا ہو، بندہ اس سے رجوع اور براءت کا واضح اعلان کرتا ہے، اور انشاء اللہ آئندہ اس بات کا پورا خیال رکھے گا کہ اس قسم کا کوئی تاثر پیدا نہ ہو۔

امید ہے کہ ان گزارشات کے بعد بندے کے رجوع نامے کے بارے میں پیدا شدہ اشتباہ انشاء اللہ تعالیٰ رفع ہو جائے گا۔ والسلام مع الاکرام

بندہ محمد سعد بنگلہ والی مسجد حضرت نظام الدین دہلی

۱۰ ربیع الاول ۱۴۳۸ھ مطابق ۹ جنوری ۲۰۱۷ء

Scanned by CamScanner

دارالعلوم دیوبند کا جواب

باسمہٖ تعالیٰ

الحمد للہ ربِّ العالمین، والصّلاۃ والسّلام علی سید الأنبیاء والمرسلین، سیدنا ومولانا محمد وعلی وآلہ وأصحابہ أجمعین، اما بعد

جناب مولانا سعد صاحب کاندھلوی کے بعض بیانات کی روشنی میں ان کے افکار اور نظریات کے سلسلے میں دارالعلوم دیوبند نے اپنا متفقہ موقف واضح کیا تھا، جس میں کہا گیا تھا کہ تحقیق کے بعد اب یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ ان کے بیانات میں قرآن وحدیث کی غلط یا مرجوح تشریحات، غلط استدلالات اور تفسیر بالرائے پائی جارہی ہے، بعض باتوں میں انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی شان اقدس میں بے ادبی ظاہر ہوتی ہے، جب کہ بہت سی باتیں ایسی ہیں جن میں موصوف جمہور امت اور اجماع سلف سے باہر نکل رہے ہیں، چونکہ یہ متفقہ موقف اب عام ہوچکا ہے اس لئے اس کے مکمل اعادہ کی ضرورت نہیں ہے۔

مولانا محمد سعد صاحب کی طرف سے رجوع کے نام سے ایک تحریر بھی موصول ہوئی تھی جس پر اطمینان نہیں ہوسکا تھا۔

اب مولانا محمد سعد صاحب کی طرف سے ۱۰ ربیع الثانی ۱۴۳۸ھ کو رجوع کے سلسلے میں ایک نئی تحریر موصول ہوئی ہے، جس کے تمام مشمولات اور تفصیلات سے اگرچہ اتفاق نہیں کیا جاسکتا، لیکن اس تحریر میں مولانا نے فی الجملہ اپنے بیانات سے رجوع کیا ہے جن کا ذکر دارالعلوم دیوبند کے موقف میں کیا گیا تھا، اور آئندہ ان کا اعادہ نہ کرنے کا وعدہ کیا ہے۔

اب اس موقع پر اس بات کی وضاحت ضروری ہے کہ دارالعلوم دیوبند نے

Scanned by CamScanner

مولانا محمد سعد صاحب کی جن قابل اشکال باتوں کے سلسلے میں اپنا متفقہ موقف ظاہر کیا تھا، وہ موقف اپنی جگہ پر قائم ہے، دار العلوم دیوبند نے اپنا متفقہ موقف واپس نہیں لیا ہے اور ان افکار و نظریات کو جن کا ذکر متفقہ موقف میں کیا گیا ہے، دار العلوم دیوبند بہر حال غلط اور ناقابل قبول سمجھتا ہے، اور ان تمام غلط باتوں پر جن کی نشاندہی متفقہ موقف میں کی گئی ہے، جماعت کی ہر سطح پر قدغن لگانا ضروری سمجھتا ہے، لیکن مولانا نے اپنی تحریر میں چونکہ فی الجملہ رجوع کرتے ہوئے آئندہ ان باتوں سے پرہیز کرنے کی یقین دہانی کرائی ہے، اس لئے اس پر اعتماد کرتے ہوئے ہم توقع کرتے ہیں کہ مولانا آئندہ ایسی باتوں سے مکمل احتیاط برتیں گے جو علمائے راسخین کے نزدیک قابل گرفت ہو سکتی ہوں، اسی کے ساتھ مولانا محمد سعد صاحب کو بطور خاص اس امر کی طرف متوجہ کرانا چاہتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہم الصلوٰۃ والسلام کے سلسلے میں ان کے بیانات صرف مرجوح حیثیت کی تفسیر نہیں رکھتے، بلکہ وہ یقینی طور پر غلط ہیں، اور جلیل القدر پیغمبر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شانِ اقدس کے منافی ہیں اسلئے اس مسئلہ میں مولانا کو اپنے تمام بیانات کی بلا تاویل تردید کرنی چاہئے، خواہ حضرت موسیٰ علیہم الصلوٰۃ والسلام کی عجلت کو بنی اسرائیل کی گمراہی کا سبب قرار دینے کا مسئلہ ہو یا ۴۰ چالیس رات دعوت ترک کر کے عبادت میں مشغول رہنے کا الزام ہو، اس مسئلہ کی مختصر وضاحت کیلئے مندرجہ ذیل تحریر ملاحظہ فرمائی جائے، نیز تفصیلی دلائل کیلئے حضرت مولانا حبیب الرحمن صاحب اعظمی کا مضمون "وَمَآ اَعۡجَلَكَ عَنۡ قَوۡمِكَ يٰمُوۡسٰى" کی صحیح و معتبر تفسیر بغور دیکھنی چاہئے، جو اس تحریر کے ہمراہ ارسال ہے اور دار العلوم دیوبند کی ویب سائٹ پر بھی شائع ہو چکی ہے۔

مولانا محمد سعد صاحب حضرت موسیٰ علیہم السلام کے متعلق جو بیان کرتے ہیں، اس کے بارے میں قابل توجہ امور:

(۱) مولانا اپنی تحریر مؤرخہ ۱۰/ربیع الثانی ۱۴۳۸ھ مطابق ۹ جنوری ۲۰۱۷ء میں لکھتے ہیں "میں اپنے ایسے بیانات سے رجوع کرتا ہوں، اس لئے نہیں کہ وہ تفسیر

Scanned by CamScanner

بالرائے تھی، بلکہ اس لئے کہ وہ مرجوح تھی، الخ“

اس سلسلے میں عرض ہے کہ یہ مرجوح ہی نہیں بلکہ غلط اور باطل ہے سلف میں سے کسی کا یہ قول نہیں ہے اور نہ کوئی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں ایسی بات کہہ سکتا ہے، روح المعانی سے جو عبارت مولانا نے نقل کی ہے اس عبارت کا مولانا کی اس بات سے ”موسیٰ علیہم السلام چالیس رات دعوت کے عمل کو چھوڑ کر عبادت میں مشغول ہو گئے، اسی وجہ سے بنی اسرائیل کی اکثریت گمراہ ہو گئی“ کوئی ربط و تعلق نہیں ہے۔

(۲) خدائے عالم الغیب والشہادۃ نے ”قَالَ فَإِنَّا قَدْ فَتَنَّا قَوْمَكَ“ الآیۃ میں واضح الفاظ میں قوم موسیٰ علیہ السلام کی گمراہی کا حقیقی و مجازی سبب بیان فرمادیا ہے۔ اس سے حضرت موسیٰ کا دور دور تک کوئی تعلق نہیں ہے۔

صاحب مظہریؒ کے جس تفسیری قول کو مولانا اپنی دلیل کے طور پر پیش کرتے ہیں، اوّلاً تو خود قاضی صاحب نے اس کو بصیغۂ تمریض بیان کیا ہے، پھر اس کا جو جواب نقل کیا ہے اُسے لفظ ”لعل“ سے بیان کیا ہے، معلوم ہوا کہ اس پر خود انہیں بھی، جزم یقین نہیں ہے، علاوہ ازیں اس جواب میں علمی خدشات بھی ہیں، پھر اس کا مولانا کی بات سے کوئی ربط بھی نہیں ہے، ان وجوہ سے اس مسئلہ میں اسے دلیل سمجھنا بڑی بھول ہے، نیز روح المعانی سے جو عبارت نقل کی گئی ہے اس کا بھی مولانا کی بات سے ادنیٰ تعلق نہیں ہے، بلکہ اس کے سیاق وسباق کو پیش نظر رکھ کر دیکھیں تو وہ فی الجملہ مولانا کے دعویٰ خلاف ہوگی۔

قرآن مجید کی ایک آیت کو پڑھئے، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے باری تعالیٰ کے سوال ”مَآ أَعْجَلَكَ“ کا جو جواب دیا ہے اس پر کسی نوع کا کوئی انکار مذکور نہیں، جس سے پتہ چلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے جواب کو قبول فرمالیا ہے۔

آگے مولانا لکھتے ہیں کہ: اس کے بیان میں بھی قصور ہوا جس سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں بے ادبی کا شبہ پیدا ہوا“۔

Scanned by CamScanner

ذرا اپنے اس جملہ پر غور کریں "موسٰی علیہ السلام نے صرف چالیس رات دعوت کا عمل نہیں کیا" مولانا صریح لفظوں میں کہہ رہے ہیں کہ "موسٰی نے دعوت و تبلیغ جو ان کا فرض منصبی ہے وہ ترک کر دیا" حالانکہ حضرت موسٰی نے اپنے بھائی حضرت ہارونؑ کو جو بنص قرآنی کار نبوت و رسالت میں ان کے شریک تھے، اپنا نائب و قائم مقام بنا دیا تھا، اور قرآن بیان کرتا ہے کہ انہوں نے دعوت تبلیغ کی یہ خدمت انجام بھی دی، پھر بھی مولانا حضرت موسٰی کو ترک دعوت کا مورد قرار دے رہے ہیں، کیا یہ ان کی شان رسالت میں صریح تنقیص نہیں ہے؟ اس لئے مولانا نے رجوع سے پہلے جو باتیں لکھیں ہیں وہ نہ درست ہیں نہ مولانا کے منصب کے مطابق ہیں۔

لہٰذا حضرت موسٰی علیہ السلام کے سلسلے میں مولانا محمد سعد صاحب اپنے تمام بیانات سے بلا تاویل و توجیہ رجوع کریں اور اس کا اعلان کریں۔

عکس تحریر: دستخط حضرات علمائے ربانیین و مہر دار الافتاء دار العلوم دیوبند

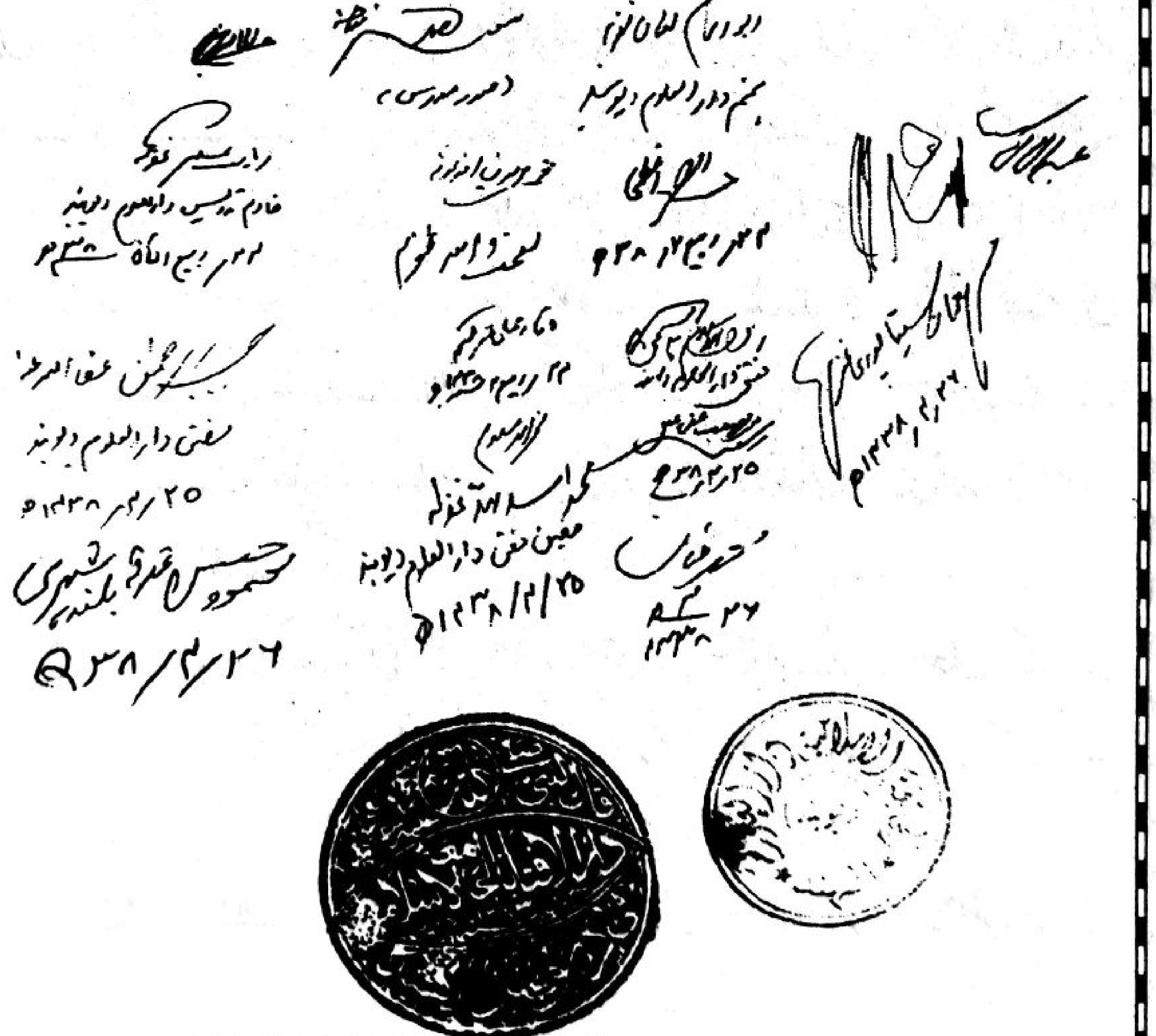

Scanned by CamScanner

مولانا سعد صاحب کا آخری رجوع نامہ

بتاریخ ۱۸ر فروری ۲۰۱۷ء مطابق ۲۰ر جمادی الاول ۱۴۳۸ھ بروز ہفتہ اردو کے اکثر و بیشتر اخبارات میں شائع ہوا جس میں دو تحریریں درج تھیں۔ ایک تحریر میں انتظامی امور کا تذکرہ تھا، دوسری تحریر رجوع نامہ پر مبنی تھی۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بخدمت جناب

مفتی ابوالقاسم صاحب دامت برکاتہم

امید ہے کہ مزاج عالی بخیر ہوں گے، آنجناب کا خط موصول ہوا جس میں آنجناب نے بندہ کو بلا تاویل وتوجیہ رجوع کرنے کا حکم دیا ہے۔

بندہ کو علما دارالعلوم دیوبند پر مکمل اعتماد ہے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے کوہ طور پر تشریف لے جانے والے واقعہ میں بندہ اپنے تمام بیانات سے بلا تاویل وتوجیہ رجوع کرتا ہے۔ اور آئندہ اس کو بیان کرنے سے انشاء اللہ مکمل اجتناب کرنے کا پختہ ارادہ کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ اپنا حفظ وامان عطا فرمائے! آمین۔

۴ر جمادی الاول ۱۴۳۸ھ

مطابق ۲ر فروری ۲۰۱۷ء

فقط والسلام

بندہ محمد سعد عفی عنہ

بنگلہ والی مسجد حضرت نظام الدین دہلی

عکس تحریر پیش ہے۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ برکاتہ

بخدمت جناب مفتی ابو القاسم صاحب دامت برکاتہم

امید ہے کہ مزاج عالی بخیر ہوں گے

آنجناب کا خط موصول ہوا جس میں آنجناب نے بندہ کو بلا تاویل و توجیہ رجوع کرنے کا حکم دیا ہے

بندہ کو حضرات علماء دارالعلوم دیوبند پر مکمل اعتماد ہے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے کوہ طور پر تشریف لے جانے والے واقعہ میں بندہ اپنے تمام بیانات سے بلا تاویل و توجیہ رجوع کرتا ہے اور آئندہ اس کے بیان کرنے سے ان شاء اللہ تعالیٰ مکمل اجتناب کرنے کا پختہ ارادہ کرتا ہے

اللہ تبارک و تعالیٰ اپنا حفظ وامان عطا فرمائیں۔ آمین

۴ر جمادی الاول ۱۴۳۸ھ

مطابق ۲ فروری ۲۰۱۷ء

فقط والسلام

بندہ محمد سعد

بنگلہ والی مسجد حضرت نظام الدین دھلی

Scanned by CamScanner

(مطالعہ تفاسیر)

وَمَآ أَعْجَلَكَ عَنْ قَوْمِكَ يٰمُوْسٰى (طه: ۸۸) کی صحیح و معتبر تفسیر

از: حضرت مولانا حبیب الرحمن قاسمی اعظمی
استاذ حدیث دار العلوم دیوبند، یوپی

پیش لفظ

بسم الله الرحمن الرحیم

الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على سيد الأنبياء والمرسلين وعلى آله وأصحابه أجمعين۔

امابعد: شوسل میڈیا اور انٹرنیٹ پر ہفتوں سے ایک استفتاء بنام مولانا عبدالسلام قاسمی غازی آباد جاری ہے، جس میں مولانا سعد صاحب کاندھلوی کی ایک تقریر جو انھوں نے ۱۳ ربیع الاوّل ۱۴۳۸ھ/ ۱۳ دسمبر ۲۰۱۶ء کو بعد نماز فجر مرکز نظام الدین میں کی تھی درج ہے، جس میں انھوں نے بیان کیا ہے کہ ”حضرت کے ملفوظات سے معلوم ہوتا ہے کہ دعوت الی اللہ تمام فرائض اور تمام سنتوں اور تمام اللہ کے احکام میں سب سے اونچا حکم رکھتا ہے؛ کیونکہ دین کے سارے شعبوں کا احیاء دعوت کے فریضہ کے ادا کرنے پر موقوف ہے، اس میں کوئی شک نہیں کہ دین کے سارے شعبوں کا احیاء دعوت الی اللہ کی ادائیگی پر موقوف ہے، دعوت کا چھوٹ جانا، امت کی گمراہی کا یقینی سبب ہے، بلکہ یہاں تک لکھا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم کو پیچھے چھوڑ کر اللہ کی رضا اور اس کو خوش کرنے کے لیے تنہا عبادت میں مشغول ہو گئے اور قوم پیچھے رہ گئی، اللہ نے پوچھا ”مَآ أَعْجَلَكَ عَنْ قَوْمِكَ يٰمُوْسٰى“ موسیٰ نے عرض کیا کہ وہ لوگ پیچھے رہ گئے میں آپ کو راضی کرنے کے لیے آگے بڑھ گیا، (دھیان سے سننا بات کو)

Scanned by CamScanner

اللہ نے فرمایا اے موسیٰ! ہم نے تمہارے پیچھے تمہاری قوم کو فتنہ اور آزمائش میں ڈال دیا، علماء نے لکھا ہے، وجہ یہ ہوئی کہ موسیٰ علیہ السلام بجائے قوم کو ساتھ لے کر آنے کے قوم کو چھوڑ کر آگئے، ۴۰ رات موسیٰؑ نے عبادت میں گذاری، اللہ کی شان کہ چھ لاکھ بنی اسرائیل جو سب کے سب ہدایت پر تھے ان میں سے ۵ لاکھ ۸۸ ہزار چالیس رات کی چھوٹی سے مدت میں گمراہ ہو گئے۔

صرف ۴۰ رات موسیٰ علیہ السلام نے دعوت الی اللہ کا کام نہیں کیا (میں یہ سمجھ کر کہہ رہا ہوں) صرف ۴۰ رات موسیٰ علیہ السلام نے دعوت کا عمل نہیں کیا، ۴۰ رات موسیٰ علیہ السلام عبادت میں مشغول رہے اور اس چالیس رات کے عرصہ میں ۵ لاکھ ۸۸ ہزار بنی اسرائیل سب کے سب بچھڑے کی عبادت پر جمع ہو گئے الخ"۔

مولانا سعد صاحب یہ تقریر پہلے بھی بار بار کر چکے تھے، جس پر بعض علماء نے کہا کہ ان کی تقریر کے خط کشیدہ جملہ سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اور خود امر الٰہی کی تنقیص ہو رہی ہے؛ کیونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام خود سے نہیں؛ بلکہ اللہ کے حکم سے اور اللہ کی طرف سے مقررہ میقات میں گئے تھے، اس لیے یہ کہنا کہ موسیٰ علیہ السلام کے ترک دعوت اور مشغول عبادت ہونے کے سبب قوم گمراہ ہو گئی، ایک اولوالعزم پیغمبر کی شان میں بلاشبہ بے ادبی ہے، اور حضرات انبیاء کی شان میں اس قسم کی بے ادبی انتہائی خطرناک ہے۔

اب اسی سلسلہ میں بنام مولانا عبد السلام قاسمی غازی آبادی کا ایک استفتاء اور اس کے ساتھ مولانا محمد سعد صاحب کے حق میں تفسیری نقول پیش کیے گئے ہیں، اس زیر نظر تحریر میں اصل واقعہ کو سورۂ اعراف اور سورۂ طٰہٰ کی متعلقہ آیات کی مستند و معتبر تفسیروں سے واضح کیا گیا ہے۔ ساتھ ہی مستفتی مولانا عبد السلام غازی آبادی نے مولانا سعد کے حق میں جو دلائل پیش کیے ہیں، ان کا جائزہ بھی لیا گیا ہے، امید ہے کہ یہ تحریر ایک طالب حق کے لیے رہنمائی کا ذریعہ ثابت ہوگی۔ واللہ ھو الموفق

Scanned by CamScanner

ملحوظات

(۱) معصیت کی حقیقت :

اپنے قصد واختیار سے حکم خداوندی کی خلاف ورزی کرنا۔

(۲) حضرات انبیاء گناہوں سے معصوم ہوتے ہیں، یہی اہل سنت کا اجماعی عقیدہ ہے، راجح قول کے لحاظ سے یہ عصمت گناہ صغیرہ سے بھی ہے، علماء دیوبند کے مقتدا حجۃ الاسلام مولانا محمد قاسم نانوتویؒ نے اپنی بعض تصانیف میں بدلائل اس راجح قول کو بیان کیا ہے۔

(۳) حضرات انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کی توقیر وتعظیم اوران کی عزت وحرمت کی پاسداری باجماع اہل سنت والجماعت واجب ہے، تفسیری اقوال یا اسرائیلی روایات کی بنیاد پران کی جانب ایسے امور کی نسبت جس سے فی الجملہ ان کی تنقیص ہوتی ہو، جائز نہیں ہے۔

(۴) تفسیر کی سب کتابیں باب عقاید واحکام میں لائق استناد نہیں ہیں؛ بلکہ ان میں طبقات ہیں:

(الف) اس باب میں صرف علماء حق کی مستند ومعتبر کتابیں ہی مفید ہیں۔

(ب) پھر علمائے حق کی جن تفاسیر میں اسرائیلیات اور ضعیف روایتوں سے جس قدر زیادہ احتراز کیا گیا ہے، استناد میں اسی لحاظ سے ان کا درجہ بلند ہوگا۔

(۵) اہل حق حضرات صوفیاء کی تفاسیر جنھیں علمی اصطلاح میں ''تفسیر اشاری'' کہا جاتا ہے، ان اشاری تفسیروں سے بھی باب عقاید واحکام فقہی میں استدلال واستناد نہیں کیا جائے گا؛ کیوں کہ ان کا موضوع باطنی معانی سے متعلق ہے، جب کہ عقیدہ وعمل کا ثبوت قرآن وحدیث کے ظاہری نصوص سے ہوتا ہے۔

(۶) اہل بدعت واھواء، جیسے معتزلہ، روافض وغیرہ کی تفسیروں سے بھی بالخصوص باب

Scanned by CamScanner

عقیدہ میں احتجاج واستدلال درست نہیں ہے۔

(۷) عصر حاضر میں ایک ایسا فرقہ موجود ہے جو اگرچہ اپنی نسبت اہل سنت والجماعت کی جانب کرتا ہے؛ لیکن اہل سنت کے بہت سے اصول سے منحرف ہے۔ یہ فرقہ اپنی عقل وفہم کو اس درجہ اہمیت دیتا ہے کہ اس کے مقابلے میں حقائق شرعیہ میں بھی تاویل وتحریف کر دیتا ہے، بخاری ومسلم کی احادیث تک کو (جب کہ اہل علم کے اجماع کے مطابق یہ اصح الکتب بعد کتاب اللہ ہیں) ضعیف وموضوع ٹھہرا دیتا ہے، اجماع کا منکر ہے، معجزات کا بھی منکر ہے، ہندوستان میں اس فرقہ کے اولین رہنما سر سید احمد خاں اور مصر میں شیخ مفتی محمد عبدہ ہیں، جن کے اہم ترین تلامذہ میں سید محمد رشید رضا مصری اور شیخ محمد مصطفی مراغی ہیں، اس فرقہ کی تفسیری کتابیں بھی لائق اعتماد نہیں؛ اس لیے باب دین میں ان پر اعتماد سے احتراز لازم ہے۔

نوٹ : مطالعہ تفسیر میں انشاء اللہ یہ ملفوظات مفید ہوں گے۔

☆ ☆ ☆

علماء وخطباء اور ائمہ مساجد کے نام

تلمیذ شیخ الاسلام حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحبؒ کی اہم وصیت اور آخری تحریر

آج کے دور میں معاشرتی بگاڑ جس قدر بڑھ گیا ہے اس کا احاطہ کرنا شائد ممکن نہ ہو......

ہمارے پاس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اُسوۂ اور دعوت کے باب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک طریقے متواتر چلے آرہے ہیں، یقین فرمائیے ان طریقوں کو ان کی روح کے مطابق عمل میں لایا جائے تو دیرپا اثرات کے حامل نظر آئیں گے......اور وہ حسب ذیل ہیں۔

☆.. منبر ومحراب کے ذریعے خطبہ وخطابات ☆... انفرادی اور شخصی ملاقاتوں کے ذریعے دینی دعوت، دینی تعلیم اور تزکیہ نفس کی کوششیں۔☆ ...... مکاتیب (خطوط) کے ذریعے تبلیغ دین کا اہتمام ☆......صُفہ (یعنی مدرسہ) کے ذریعے اجتماعی تعلیم دین۔ ہماری آپ سے یہ درخواست ہے کہ موجودہ بگاڑ کو ہلکا نہ سمجھیں، چاروں جانب باطل نے اپنے فتنہ وفساد کی آگ بھڑکا رکھی ہے۔ اس آگ کے فرو کرنے میں جو آپ سے بن پڑتا ہے کر گذریں، یہ موجودہ وآئندہ نسل پر آپکا احسان ہوگا۔ الفرقان

Scanned by CamScanner

تفسیر آیات سورۃ الاعراف

بنی اسرائیل کی مصر سے واپسی

بنی اسرائیل جب سلامتی کے ساتھ بحر قلزم پار کر گئے اور اپنی آنکھوں سے فرعون اور اس کے سارے لشکر کو غرق ہوتے اور پھر ان کی نعشوں کو ساحل سمندر پر تیرتے ہوئے دیکھ لیا، تو انھیں اس کی طرف سے مکمل اطمینان ہو گیا۔

اس کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام انھیں لے کر وادیٔ سینا کی طرف روانہ ہو گئے، راستہ میں ان کا گزر ایک ایسی قوم پر ہوا جو بتوں کی پوجا میں لگی ہوئی تھی اور بتصریح مفسرین یہ بت گائے کی شکل کے تھے، تو بنی اسرائیل حضرت موسیٰ علیہ السلام سے یہ مطالبہ کرنے لگے "اِجْعَلْ لَّنَا اِلٰهًا كَمَا لَهُمْ اٰلِهَةٌ"

اس فکری پستی کا مظاہرہ کیوں

بنی اسرائیل اگرچہ نبیوں کی اولاد تھے اور ان میں ابھی تک وہ اثرات کسی قدر باقی تھے جو انھیں اپنے آباء واجداد سے ورثہ میں ملے تھے؛ لیکن صدیوں کی غلامی اور مصری بت پرستوں کے حاکمانہ اقتدار میں رہنے کی وجہ سے اخلاقی پستی، عزائم کی کمزوری، احسان فراموشی، سرکشی، فساد انگیزی وغیرہ جیسے رذائل ان کا قومی مزاج بن گئے تھے، اپنے اسی مزاج کی بناء پر وہ سارے دلائل ومعجزات جنھیں وہ اب تک حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ذریعہ دیکھ چکے تھے، سب کو نظر انداز کر کے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے یہ مطالبہ کر بیٹھے کہ ہمارے لیے بھی ایسا ہی معبود بنا دیجیے جیسے ان کے معبود ہیں۔

بہر حال حضرت موسیٰ علیہ السلام انھیں لے کر اس لق ودق بیابان میں پہنچ گئے جسے توریت میں بیابان شور، سین اور سینا کے ناموں سے ذکر کیا گیا ہے، اسی بیابان کے ایک سرے پر کوہ طور واقع ہے۔

Scanned by CamScanner

اس بیابان شور میں ان کے کھانے پینے کا معجزاتی انتظام بھی کردیا گیا کہ بحکم الٰہی حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ایک پتھر پر اپنے عصا کو مارا تو پانی کے بارہ چشمے پھوٹ پڑے اور کھانے کے لئے روزانہ من وسلویٰ کا نزول ہوجایا کرتا تھا، پھر دھوپ کی تپش کی شکایت پر بادلوں کا سائبان ان پر تان دیا گیا۔ ان سب خدائی انتظامات کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام نے خود اللہ رب العزت کے وعدہ اور حکم کے مطابق رب کائنات سے براہ راست مناجات اور بنی اسرائیل کے لئے دستور شریعت یعنی تورات حاصل کرنے کی غرض سے کوہ طور پر جانے کا قصد کیا، تو حضرت ہارون علیہ السلام کو بنی اسرائیل کی اصلاح اور نگرانی کے لئے اپنا قائم مقام بنا کر اپنے کچھ منتخب اصحاب کے ہمراہ کوہِ طور کے لیے روانہ ہوگئے۔

قرآن حکیم ناطق ہے:

(۱) وَوٰعَدْنَا مُوْسٰى ثَلٰثِيْنَ لَيْلَةً وَّاَتْمَمْنٰهَا بِعَشْرٍ فَتَمَّ مِيْقَاتُ رَبِّهٖۤ اَرْبَعِيْنَ لَيْلَةً وَقَالَ مُوْسٰى لِاَخِيْهِ هٰرُوْنَ اخْلُفْنِيْ فِيْ قَوْمِيْ وَاَصْلِحْ وَلَا تَتَّبِعْ سَبِيْلَ الْمُفْسِدِيْنَ وَلَمَّا جَآءَ مُوْسٰى لِمِيْقَاتِنَا وَكَلَّمَهٗ رَبُّهٗ الآية۔ (الأعراف : ۱۴۲-۱۴۳)

لِمِيْقَاتِنَا کی تفسیر میں امام قرطبی لکھتے ہیں: "أي في الوقت الموعود" اسی بات کو امام بغوی نے ان الفاظ میں بیان کیا ہے: "أي الوقت الذي ضربنا له" اور صاحب مظہری کے یہ الفاظ ہیں: أي: وَقَّتنا الذي وقّتنا له أن أكلمه فيه"

یہ آیت پاک صاف طور پر بتارہی ہے کہ موسیٰ علیہ السلام خود اپنے طور پر قبل از وقت کوہ طور پر نہیں پہنچ گئے تھے؛ بلکہ اللہ تعالیٰ کے وعدہ وامر پر منجانب اللہ مقررہ وقت پر وہاں گئے کہ اس مقررہ مدت میں بحکم خدا عبادت وریاضت میں مشغول رہیں گے، ان چالیس دنوں میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا تنہائی میں عبادت میں مشغول رہنا اللہ کے حکم کی تعمیل وتکمیل میں تھا۔ پھر قوم سے اس غیوبت کے زمانہ میں ایک نبی کو اپنا قائم مقام

Scanned by CamScanner

بنا گئے تھے کہ قوم میں اصلاح ودعوت کا سلسلہ جاری رہے، اگرچہ قوم بنی اسرائیل کے اصل ہادی اور رہنما حضرت موسیٰ علیہ السلام ہی تھے، مگر جب موسیٰ علیہ السلام نے اس عرصہ کیلئے حضرت ہارون کو جو خود بھی اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ نبی ہیں، اپنا نائب اور قائم مقام بنادیا تو ان کی حیثیت اس وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام ہی جیسی ہے اور قرآن پاک ناطق ہے کہ حضرت ہارون علیہ السلامؑ نے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی یہ خدمت انجام دی، سورۂ طٰہٰ میں ہے وَلَقَدْ قَالَ لَهُمْ هٰرُوْنُ مِنْ قَبْلُ يٰقَوْمِ اِنَّمَا فُتِنْتُمْ بِهٖ وَاِنَّ رَبَّكُمُ الرَّحْمٰنُ فَاتَّبِعُوْنِيْ وَاَطِيْعُوْٓا اَمْرِيْ (طہ: ۹۰)۔

اس لیے یہ کہنا کیسے درست ہوسکتا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام قوم کو چھوڑ کر عبادت میں مصروف ہوگئے اور دعوت کا عمل نہیں کیا؛ اس لیے وہ قوم جو سب کی سب ہدایت پر تھی ،اس کی اکثریت گمراہ ہوگئی "تدبر و تفکر"۔

(۲) حضرت موسیٰ علیہ السلام حسب وعدۂ الٰہی طور پر گئے اور چالیس دنوں کے صیام واعتکاف وغیرہ کے بعد جب بغیر کسی واسطہ کے اللہ تعالیٰ سے ہم کلامی سے شرف یاب ہوئے تو فرطِ شوق میں سوال کر بیٹھے "رَبِّ اَرِنِيْٓ اَنْظُرْ اِلَيْكَ" الآیۃ۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اس سوال اور اللہ تعالیٰ کی جانب سے جواب کی تفصیلات وغیرہ کا ذکر کرنے کے بعد انھیں تورات عطا ہوئی۔ اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

قَالَ يٰمُوْسٰٓى اِنِّى اصْطَفَيْتُكَ عَلَى النَّاسِ بِرِسٰلٰتِيْ وَبِكَلَامِيْ فَخُذْ مَآ اٰتَيْتُكَ وَكُنْ مِّنَ الشّٰكِرِيْنَ وَكَتَبْنَا لَهٗ فِى الْاَلْوَاحِ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ مَّوْعِظَةً وَّتَفْصِيْلًا لِّكُلِّ شَيْءٍ الآیۃ۔ (الأعراف: ۱۴۵-۱۴۴)

اس موقع پر اللہ تعالیٰ کی جانب سے جو اکرامات وانعامات حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ہوئے اور اس وقت جو کتاب ہدایت (تورات) انھیں ملی، اس کی افادیت واہمیت اس آیت میں بیان کی گئی ہے۔

ذرا ٹھہر کر سوچیے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام قوم کو حضرت ہارون علیہ السلام کے

Scanned by CamScanner

حوالہ کر کے چالیس دن تک طور پر تنہا عبادت میں مشغول رہے، ان کا یہ عمل اگر بنی اسرائیل کی گمراہی کا سبب ہوتا تو کیا وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان انعامات واکرامات سے ہم کنار ہو سکتے تھے، جن کا اس آیت میں بیان ہے؟

اس شرف ہم کلامی اور عطائے توریت کے بعد اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ کو خبر دی:

وَاتَّخَذَ قَوْمُ مُوْسٰى مِنْ م بَعْدِهٖ مِنْ حُلِيِّهِمْ عِجْلًا جَسَدًا لَّهٗ خُوَارٌ الآية۔ (الأعراف:۱۴۸)

حافظ ابن کثیرؒ اس آیت کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

يخبر تعالىٰ عن ضلال من ضل من بني إسرائيل في عبادتهم العجل الذي اتخذه السامري۔۔۔۔وكان هذا منهم بعد ذهاب موسىٰ لميقات ربه تعالىٰ، وأعلمه الله تعالىٰ بذلك وهو على الطور حيث يقول تعالىٰ إخبارا عن نفسه الكريمة: {قَالَ فَإِنَّا قَدْ فَتَنَّا قَوْمَكَ مِنْ م بَعْدِكَ وَأَضَلَّهُمُ السَّامِرِيُّ الخ}

(تفسیر ابن کثیر، ج ۲، ص ۲۵۳، سورۃ الاعراف)

اس آیت پاک کے کسی ایک حرف سے اشارۃً بھی یہ بات نہیں معلوم ہوتی کہ قوم بنی اسرائیل کی اس گمراہی کا سبب حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اکیلے طور پر عبادت کے لیے جانا ہے؛ بلکہ حافظ ابن کثیرؒ نے اپنے تفسیری کلمات سے یہ واضح کر دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس موقع پر بنی اسرائیل کا امتحان لیا جس میں وہ ناکام ہو کر سامری کے دام فریب میں الجھ گئے، جس کی اطلاع اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کوہ طور پر ہی دے دی۔

(۴) اوپر مذکور آیت میں یہ الفاظ گذر چکے ہیں:

{وَوٰعَدْنَا مُوْسٰى ثَلٰثِيْنَ لَيْلَةً وَّاَتْمَمْنٰهَا بِعَشْرٍ}

ان الفاظ سے صاف معلوم ہو رہا ہے کہ ابتداء میں طور پر عبادت کی مدت تیس راتیں مقرر ہوئی تھیں، اس پر دس دن کا اضافہ کر کے اسے پورے چالیس کر دیا گیا، اللہ تعالیٰ

Scanned by CamScanner

نے کس حکمت سے یہ اضافہ کیا؟ قرآن میں اس کا کوئی ذکر نہیں ہے، چنانچہ موسیٰ علیہ السلام طور پر جاتے وقت قوم سے یہی کہہ گئے تھے کہ میں تیس دنوں کے بعد واپس آجاؤں گا؛ لیکن جب تیس دن گذرنے کے بعد اس میں دس دن کا اور اضافہ ہو گیا، تو موسیٰ علیہ السلام کی واپسی میں دس دنوں کی تاخیر ہوگئی، اسی مدت تاخیر یعنی آخری عشرہ میں سامری نے اپنی فریب کاریوں اور طلسمہ سازیوں سے بنی اسرائیل کو گئوسالہ پرستی میں مبتلا کر دیا، جس کی طرف وہ اپنی پستی فطرت کی وجہ سے پہلے ہی مائل تھے۔

امام قرطبیؒ لکھتے ہیں:

وكان موسىٰ وعد قومه ثلاثين يومًا. فلما أبطأ فى العشر الزائد ومضت ثلاثون ليلة. قال (السامرى) لبنى إسرائيل-وكان مطاعًا فيهم -:إن معكم حُليا من حُلىّ آل فرعون....وكان السامرى سمع قولهم "اجعل لنا إلهاً كما لهم آلهة" وكانت تلك الآلهة على مثال البقر، فصاغ لهم عجلاً جسدًا الخ (الجامع لأحكام القرآن، ج٤، ص ٢٨٤-٢٨٣)

سورۃ الاعراف کی ان مذکورہ آیات کو بار بار پڑھیے اور غور کیجیے، کیا ان کے کسی حرف میں بھی اس بات کا اشارہ ہے کہ بنی اسرائیل کی یہ گمراہی حضرت موسیٰ کے ترک دعوت اور کوہ طور پر تنہا بغرض عبادت آنے کی وجہ سے ہوئی ہے؟

سورۃ طٰہٰ میں مذکور واقعہ کی تفسیر

سورۃ اعراف کی اوپر مذکور آیات میں قوم موسیٰ علیہ السلام کے واقعۂ گمراہی کی تفصیلات مستند تفاسیر کی روشنی میں معلوم ہو جانے کے بعد آئیے، اب ذیل میں منقول سورۃ طٰہٰ کی آیات سے متعلق علمائے اہل سنت والجماعت کی اہم ترین اور مستند ترین تفاسیر پر نظر ڈالیں کہ ان مفسرین عظام نے ان پاک آیات کی تفسیروں میں واقعہ کی کیا تفصیل بیان کی ہے؟

وَمَآ أَعْجَلَكَ عَن قَوْمِكَ يَٰمُوسَىٰ قَالَ هُمْ أُوْلَآءِ عَلَىٰٓ أَثَرِى وَعَجِلْتُ

Scanned by CamScanner

إِلَيْكَ رَبِّ لِتَرْضَىٰ قَالَ فَإِنَّا قَدْ فَتَنَّا قَوْمَكَ مِنْ بَعْدِكَ وَأَضَلَّهُمُ السَّامِرِيُّ ۝ (طٰہٰ:۸۵-۸۳)

ایک ضروری وضاحت

ان آیات کے بارے میں ائمہ تفسیر کے تشریحی وتفسیری نقول سے پہلے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس موقع پر یہ ضروری وضاحت کردی جائے کہ کلام الٰہی قرآن حکیم کا یہ خاص اسلوب ہے کہ باستثناء حضرت یوسف علیہ السلام کے انبیائے سابقین علیہم السلام اوران کی امتوں کے حالات وواقعات کا جب تذکرہ کرتا ہے توکسی شخصیت یا قوم سے متعلق سارے واقعات کو مرتب طور پر ایک ہی جگہ بیان نہیں کرتا ہے؛ بلکہ موقع ومحل کی مناسبت سے ان واقعات کو جستہ جستہ الگ سورتوں میں ذکر کرتا ہے، اسی طرح کسی قوم وفرد کے ایک ہی واقعہ کو مکرر ذکر کرتا ہے تو اس میں بھی واقعہ کے ایک حصہ کو ایک جگہ اور اسی واقعہ کے بقیہ اجزاء کو دوسری جگہ بیان کرتا ہے، جیسا کہ خود سورۂ اعراف اور سورۂ طٰہٰ کی زیر مطالعہ آیتوں سے بھی ظاہر ہے؛ چونکہ قرآن میں ان واقعات کے ذکر کرنے کا ایک اہم ترین مقصد ان سے عبرت وموعظت کا حصول ہے اور عبرت پذیری میں یہ انداز سب سے زیادہ مفید ومؤثر ہے، اسی لیے اس اسلوب کا خاص اہتمام کیا گیا ہے۔

اب ظاہر ہے کہ کسی قوم یا فرد سے متعلق قرآن مجید میں مذکور سارے اجزاء کو پیش نظر رکھ کر ہی اس کے بارے میں صحیح نتیجہ اخذ کیا جاسکتا ہے؛ کیونکہ صرف کسی ایک مقام پر مذکور واقعہ کی بنیاد پر اخذ نتیجہ اور فیصلہ صحیح نہیں ہوگا؛ بلکہ اس طرز عمل سے خود قرآن کی مخالفت کا بھی اندیشہ ہے۔

اس ضروری وضاحت کے بعد آیات مذکورہ بالا کی تفسیر ملاحظہ کیجیے۔

(۱) امام مجتہد حافظ ابن جریر طبری المتوفی ۳۱۰ھ کی تفسیر

يقول تعالىٰ ذكره: (وَمَا أَعْجَلَكَ) : وأي شيء أعجلك (عَنْ قَوْمِكَ

Scanned by CamScanner

یٰمُوْسٰی) فتقدمتهم و خلّفتهم ورائک، ولم تکن معهم؟ (قَالَ هُمْ اُولَآءِ عَلٰی اَثَرِیْ) یقول :قومی علی أثري یلحقون بی (وَعَجِلْتُ اِلَیْکَ رَبِّ لِتَرْضٰی) یقول: وعجلت أنا فسبقتهم ربِ کیما ترضٰی عنّی۔

وإنما قال اللّٰہ تعالیٰ ذکرہ لموسی (وَمَآ أَعْجَلَکَ عَنْ قَوْمِکَ)؛ لأنہ جلّ ثناؤہ فیما بلغنا، حین نجاہ وبني إسرائیل من فوعون وقومہ وقطع بهم البحر، وعدهم جانب الطور الأیمن، فتعجّل موسیٰ إلی ربہ وأقام هارون في بني إسرائیل یسیر بهم علی أثر موسٰی۔

(قَالَ فَإِنَّا قَدْ فَتَنَّا قَوْمَکَ مِنْم بَعْدِکَ الخ)

یقول اللّٰہ تعالیٰ ذکرہ قال اللّٰہ لموسی :فإنا یا موسٰی! قد ابتلینا قومک من بعدک بعبادۃ العجل، وذلک کان فتنتهم من بعد موسٰی ویعنی بقولہ (من بعدک) من بعد فراقک إیاهم، یقول اللّٰہ تبارک وتعالیٰ (وأضلّهم السَّامِرِیُّ) وکان إضلال السامري إیاهم دعائہ إیاهم إلی عبادۃ العجل (جامع البیان عن تاویل آي القرآن، ج ۹، ص ۲۴۴-۲۴۳)

(۲) امام بغوی متوفی ۵۱٦ھ کی تفسیر

(وَمَآ أَعْجَلَکَ) اي :وما حملک علی العجلة (عَنْ قَوْمِکَ) وذلک أن موسٰی اختار من قومہ سبعین رجلا حتی یذهبوا معہ إلی الطور لیاخذوا التوراۃ فسار بهم، ثم عجل موسیٰ من بینهم شوقًا إلی ربہ عزّ وجلّ وخلف السبعین، وامرهم ان یتبعوہ إلی الجبل فقال تعالیٰ لہ:(وَمَآ أَعْجَلَکَ عَنْ قَوْمِکَ یٰمُوْسٰی)، (قَالَ) مجیباً لربہ تعالیٰ (هُمْ اُولَآءِ عَلٰی اَثَرِیْ)، یعني:هم بالقرب مني یأتون من بعدي (وَعَجِلْتُ اِلَیْکَ رَبِّ لِتَرْضٰی) لتزداد رضاً (قَالَ فَإِنَّا قَدْ فَتَنَّا قَوْمَکَ مِنْم بَعْدِکَ)، أي :ابتلینا الذین خلفتهم مع هارون وکانوا استمأۃ

Scanned by CamScanner

الف فافتتنوا بالعجل غير اثنى عشر الفًا من بعدک، أي: من بعد انطلاقک إلى الجبل (وَأَضَلَّهُمُ السَّامِرِيُّ)، أي: دعاهم وصرفهم إلى عبادة العجل وأضافه إلى السامري؛ لأنهم ضلّو بسببه (معالم التنزيل، ج ۳، ص ۲۷۱)

(۳) امام ابوعبداللہ قرطبی متوفی ۶۷۱ھ کی تفسیر

(وَمَآ أَعۡجَلَکَ عَنۡ قَوۡمِکَ یٰمُوۡسٰی)، أي ما حملک على أن تسبقهم؟ قيل: عنى بالقوم جميع بنى إسرائيل، فعلیٰ هذا قيل: استخلف هارون على بني إسرائيل، وخرج معه سبعون رجلاً للميقات، فقوله: (هُمۡ أُولَآءِ عَلٰٓى أَثَرِیۡ)، ليس يريد أنهم يسيرون خلفه متوجهين إليه، بل أراد أنهم بالقرب مني ينتظرون عودي إليهم، وقيل لا، بل كان أمر هارون أن يتبع في بني إسرائيل أثره ويلتحقوا به۔

وقال قوم: أراد بالقوم السبعين الذين اختارهم، وكان موسى لما قرب من الطور سبقهم شوقًا إلى سماع كلام الله۔۔۔۔۔ فلما وقف فى مقامه قال الله تبارک وتعالیٰ: (مَآ أَعۡجَلَکَ عَنۡ قَوۡمِکَ یٰمُوۡسٰی) فبقى صلى الله عليه وسلم متحيرًا عن الجواب لهذا الكلمة لما استقبله من صدق الشوق فأعرض عن الجواب وكنى عنه بقوله: (هُمۡ أُولَآءِ عَلٰٓى أَثَرِیۡ)، وإنما سأله عن السبب الذى أعجله بقوله "مَا" فأخبر عن مجيئهم بالأثر، ثم قال: (وَعَجِلۡتُ إِلَیۡکَ رَبِّ لِتَرۡضٰی) فكنى عن ذكر الشوق وصدقه إلى ابتغاء الرضا۔۔۔۔۔ وقال ابن عباس: كان الله عالمًا ولكن قال: "مَآ أَعۡجَلَکَ عَنۡ قَوۡمِکَ" رحمة لموسیٰ واكرامًا له بهذا القول وتسكينًا لقلبه ورقة عليه (المراد بالرقة هنا التعطف) فـ (قَالَ) مجيبًا لربه (هُمۡ أُولَآءِ عَلٰٓى أَثَرِیۡ)۔۔۔۔ (وَعَجِلۡتُ إِلَیۡکَ رَبِّ لِتَرۡضٰی)، أي عجلت إلى الموضع الذي أمرتنى بالمصير إليه لترضى۔۔۔ قوله

Scanned by CamScanner

تعالی:(فَإِنَّا قَدْ فَتَنَّا قَوْمَکَ مِنم بَعْدِکَ)، أي:اختبرناهم وامتحناهم بان يستدلوا على الله عزوجلّ (وَاَضَلَّهُم السَّامِرِيُّ)، أي دعاهم إلى الضلالة أو هو سببها، وقيل: (فَتَنَّاهُمْ) ألقيناهم في الفتنة، أي: زيّنا لهم عبادة العجل، ولهذا قال موسى:{إِنْ هِيَ إِلَّا فِتْنَتُکَ}

(الجامع لأحكام القرآن، ج ۱۱، ص ۲۳۳-۲۳۲)

(۴) امام ابن کثیر متوفی ۷۷۴ھ کی تفسیر

لما سار موسى عليه السلام ببني إسرائيل بعد هلاک فرعون و {أَتَوْا عَلٰى قَوْمٍ يَّعْكُفُوْنَ عَلٰى أَصْنَامٍ لَّهُمْ قَالُوْا يٰمُوْسَى اجْعَلْ لَّنَا إِلٰهًا كَمَا لَهُمْ آلِهَةٌ قَالَ إِنَّكُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُوْنَ إِنَّ هٰؤُلَآءِ مُتَبَّرٌ مَّاهُمْ فِيْهِ وَبَاطِلٌ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ}، وواعده ربه ثلاثين ليلة ثم أتبعها له عشرًا فتمت أربعين ليلة، أي:يصوم ليلاً ونهارًا۔۔۔ فسارع موسى عليه السلام مبادرًا إلى الطور واستخلف على بني إسرائيل أخاه هارون، ولهذا قال تعالٰى (وَمَآ أَعْجَلَکَ عَنْ قَوْمِکَ يٰمُوْسٰى قَالَ هُمْ أُولَآءِ عَلٰى أَثَرِىْ)،أي :قادمون ينزلون قريبًا من الطور(وَعَجِلْتُ إِلَيْکَ رَبِّ لِتَرْضٰى) اى لتزداد عنى رضا(قَالَفَإِنَّا قَدْ فَتَنَّا قَوْمَکَ مِنم بَعْدِک وَأَضَلَّهم السَّامِرِيُّ) أخبر تعالىٰ نبيه موسى بما كان بعده من الحدث في بنى اسرائيل وعبادتهم العجل الذي عمله لهم ذلک السامري۔

امام ابن جریر طبری، امام بغوی، امام قرطبی اور امام ابن کثیر جو صرف تفسیر ہی کے امام نہیں ہیں؛ بلکہ حدیث وفقہ وغیرہ علوم شرعیہ میں بھی امامت کے درجہ پر فائز ہیں، ان چاروں ائمہ کی زیر بحث آیت کی تفسیروں کو بغور پڑھا جائے، کیا ان تفسیروں سے

اشارۃً بھی یہ پتہ چلتا ہے کہ بنی اسرائیل کی گمراہی کا سبب حضرت موسیٰ علیہ السلام کا دعوت کو چھوڑ کر عبادت کے لیے کوہ طور پر چلا جانا تھا۔

یہ ائمہ کبار "مَآ أَعۡجَلَکَ" میں "مَا" کو استفہام انکاری کے بجائے استفھام عن سبب العجلة ہی کے معنی میں لے رہے ہیں اور ظاہر ہے کہ علام الغیوب والشھادۃ کی طرف سے یہ سوال طلب معرفت کے لیے نہیں؛ بلکہ تعریف غیر کے لیے ہے، جیسے : حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جب باری تعالیٰ سے سوال کیا تھا کہ "أَرِنِیۡ کَیۡفَ تُحۡیِی الۡمَوۡتٰی" تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے سوال ہوا تھا "أَوَ لَمۡ تُؤۡمِنۡ"۔

اسی طرح سے (قَالَ فَإِنَّا قَدۡ فَتَنَّا) میں سب نے فا کو تعقیب ذکری کے ہی معنی میں لیا ہے، یعنی اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے بلا واسطہ کلام کرنے اور عطائے توریت کے بعد انھیں یہ اطلاع دی کہ میں نے آپ کی قوم کو امتحان وآزمائش میں ڈالا جس میں وہ ناکام ہوگئی، اور سامری کے دام ضلالت میں پھنس گئی ہے۔

(۵) علامہ قاضی بیضاوی متوفی ۶۹۱ھ او ۶۸۵ کی تفسیر

(وَمَآ أَعۡجَلَکَ عَنۡ قَوۡمِکَ یٰمُوۡسٰی) سوال عن سبب العجلة یتضمن إنکارها من حیث إنها نقیصة فی نفسها انضم إلیها إغفال القوم وإیهام التعظم علیهم فلذلک أجاب موسی عن الأمرین وقدم جواب الإنکار لأنه أهمّ (قَالَ هُمۡ أُولَآءِ عَلٰی أَثَرِیۡ) ما تقدمتهم إلا بخطی یسیرة لا یعتد بها عادة، ولیس بینی وبینهم إلا مسافة قریبة یتقدم الرفقة بها بعضهم بعضاً۔(وَعَجِلۡتُ إِلَیۡکَ رَبِّ لِتَرۡضٰی) فإن المسارعة إلی امتثال أمرک والوفاء بعهدک یوجب مرضاتک۔

شیخ زادہ اپنے حاشیہ علی تفسیر بیضاوی میں قاضی صاحب کی عبارت کی وضاحت میں لکھتے ہیں:

Scanned by CamScanner

والجواب بقوله (هُمْ أُولَآءِ عَلٰى أَثَرِىْ) لا يطابقه ظاهرًا أشار إلى الجواب عنه بقوله: سؤال عن سبب العجلة يتضمن إنكارها، يعني: أنه لما تضمن الإنكار، قدم العذر عما أنكر عليه فابتدأ به لكون الاعتذار عنه أهم بالنسبة إلى بيان السبب، (قَالَ فَإِنَّا قَدْ فَتَنَّا قَوْمَكَ مِنْ ۢ بَعْدِكَ": ابتليناهم بعبادة العجل بعد خروجك من بينهم وهم الذين خلفهم مع هارون وكانوا ستمائة ألف ما نجا من عبادة العجل منهم الا اثنا عشر الفا) فيحاشية شيخ زاده "ابتليناهم بعبادة العجل"، يعنيأن المراد بالفتنة المحنة التي فيها شدائد والبلايا، والمعنى ألقينا قومك الذين خلفتهم مع هارون فى محنة وفتنة بعبادة العجل، وخلقنا فيهم الكفر والضلال لسوء اختيارهم وميلهم إلى جانب التقليد والهوى، وعدم اتباعهم الدلائل القاطعة التى أقامها صاحب المعجزات القاهرة۔ (وَأَضَلَّهُم السَّامِرِىّ) باتخاذ العجل والدعاء إلى عبادته (حاشيه شيخ زاده :وأسند الإضلال إلى السامري؛ لأنه كان سبب ضلالهم حيث اتخذ لهم العجل ودعاهم إلى عبادته، وقال :هذا إلٰهكم وإلٰه موسى، وإلا لم يملك أحد إضلال أحد، وأسند الفتن إلى نفسه؛ لأنه خالق الأعيان والأعراض بأسرها) (تفسير القاضي البيضاوي مع حاشية شيخ زاده، ج ۳، ص ۳۲۸)

شیخ زادہ کی خط کشیدہ عبارت کو پڑھئے اور بتائیے کہ قوم بنی اسرائیل اپنی پستی عزیمت کی بناء پر کفر و گمراہی میں مبتلا ہوئی تھی یا حضرت موسیٰ کے دعوت کے کام کو چھوڑ کر عبادت میں مشغول ہوجانے کی وجہ سے یہ گمراہی ان کے گلے کا طوق بنی تھی؟

(٦) مفتی دیار روم ابو سعود عمادی متوفی ۹۸۲ھ کی تفسیر

(وَمَآ أَعْجَلَكَ عَنْ قَوْمِكَ يٰمُوْسٰى) حكاية لما جرى بينه تعالى وبين

Scanned by CamScanner

موسى عليه الصلاة والسلام من الكلام عند ابتداءِ موافاته الميقاتَ بموجب المواعدةِ المذكورة، أي :وقلنا له :أي شيء أعجلك منفردًا عن قومك، وهذا كما ترى سؤال عن سبب تقدمه على النقباء مَسوق لإنكار انفرادِه عنهم لما في ذلك بحسب الظاهر من مخايل إغفالهم وعدمِ الاعتداد بهم مع كونه مأمورًا باستصحابهم وإحضارهم معه لالإنكار نفسَ العجلة الصادرةِ عنه عليه الصلاة والسلام لكونها نقيصةً منافية للحزم اللائقِ بأولي العزم، ولذلك أجاب عليه الصلاة والسلام بنفي الانفرادِ المنافي للاستصحاب والمعية حيث۔

(قَالَ هُمْ أُولَآءِ عَلَىٰٓ أَثَرِى)، يعني إنهم معي، وإنما سبقتهم بخطأ يسيرة ظننتُ أنها لا تُخِل بالمعية ولا تقدح في الاستصحاب فإن ذلك مما لا يعتد به فيما بين الرفقةِ أصلاً وبعد ماذكر عليه الصَّلاةُ والسلام أن تقدّمَه ذلك ليس لأمر منكر ذكَر أنه لأمر مَرضيّ حيث قال:{وَعَجِلْتُ إِلَيْكَ رَبِّ لِتَرْضَىٰ} عَنّي بمسارعتي إلى الامتثال بأمرك واعتنائي بالوفاء بعهدك وزيادةُ {رَبِّ} لمزيد الضراعةِ والابتهال رغبةً في قَبول العذر۔

قَالَ فَإِنَّا قَدْ فَتَنَّا قَوْمَكَ مِنۢ بَعْدِكَ وَأَضَلَّهُمُ ٱلسَّامِرِىُّ(٨٥)

(قَالَ) استئناف مبني على سؤالٍ نشأَ من حكايةِ اعتذاره عليهِ الصَّلاةُ والسَّلامُ وهو السرُّ في وروده على صيغة الغائبِ لا لأنه التفاث منَ التكلمِ إلى الغَيبة لما أن المقدرَ فيما سبق من الموضعين على صيغة التكلم كأنه قيل من جهة السامعين :فماذا قال له ربه حينئذ؟ فقيل قال {فَإِنَّا قَدْ فَتَنَّا قَوْمَكَ مِنۢ بَعْدِكَ}، أي :ابتليناهم بعبادة العِجل من بعد ذهابك من بينهم وهم الذين خلفهم مع هارون عليهِ الصلاةُ والسلامُ وكانُوا ستَّمائة ألفِ ما نجا منهم من عبادة العجل إلا اثنا عشرَ ألفًا، والفاءُ لترتيب الإخبار

Scanned by CamScanner

بماذكر من الابتلاء على إخبار موسى عليه الصلاة والسلام بعجلته لكن لالأن الإخبارَ بها سببٌ موجبٌ للإخبار به بل لِمَا بَينهما من المناسبة المصحِّحة للانتقال من أحدهما إلى الآخر من حيث إن مدارَ الابتلاءِ المذكور عجلةُ القوم فإنه روي أنهم أقاموا على ما وصّى به موسى عليه الصلاة والسلام عشرين ليلةً بعد ذهابه فحسبوها مع أيامها أربعين وقالوا أكملنا العدةَ وليس من موسى عليه الصَّلاةُ والسلام عينٌ ولا أثر، (وَأَضَلَّهم السَّامِرِيّ) حيث كان هو المدبرَ في الفتنة، فقال لهم :إنما أخلفَ موسى عليه الصلاة والسلام ميعادَكم لما معكم من حُلِيِّ القوم وهو حرامٌ عليكم فكان من أمر العجل ما كان، فإخباره تعالى بوقوع هذه الفتنةِ عند قدومه عليهِ الصَّلاةُ والسَّلامُ إمَّا باعتبار تحققِها في علمه تعالى ومشيئتِه وإما بطريق التعبيرِ عن المتوقَّع بالواقع الخ (تفسير أبي السعود: ٦/٣٣)

اس کے بعد نصاب درس میں شامل معروف ومتداول تفسیر جلالین جلد ثانی مؤلفہ جلال الدین محمد بن احمد محلّی متوفی ٨٦٤ھ کی زیر بحث آیت پاک کی تفسیر مع تعلیقات نقل کر کے مطالعہ تفسیر کے اس باب کو بغرض اختصار بند کیا جارہا ہے۔

(٧) جلالین کی تفسیر

(وَمَآ أَعْجَلَكَ الخ): في الخطيب ولما امر الله تعالىٰ موسىٰ بحضور الميقات مع قوم مخصوصين وهم السبعون الذين اختارهم الله تعالىٰ من جملة بني اسرائيل ليذهبوا معه إلى الطور لأجل أن يأخذوا التوراة فسار بهم موسىٰ ثم عجل من بينهم شوقًا إلى ربه وخلفهم ورائه وأمرهم أن يتبعوه إلى الجبل، فقال تعالىٰ له مَآ أَعْجَلَكَ الخ قَالَ هُمْ أُولَآءِ عَلَىٰ أَثَرِي"، أي: بالقرب مني يأتون "عَلَىٰ أَثَرِي" "وَعَجِلْتُ إِلَيْكَ رَبِّ لِتَرْضَىٰ" عني

Scanned by CamScanner

أي:زيادة على رضاک، وقبل الجواب أتى الاعتذار بحسب ظنه وتخلف المظنون وقوله:"وبحسب ظنه"، أي :ظن أن الكل لحقوه وتبعوه وجاء وا على أثرى، وقوله:"وتخلف المظنون":وهو أنهم لم يخرجوا ولم يتبعوه، فقوله "هُمْ أُولَآءِ عَلٰى أَثَرِى"، أي:بحسب ظنه، وفى الواقع ليس كذلک، وقوله :"كما قال" علة لقوله :"وتخلف المظنون"،وما مصدرية، أي :ودليل تخلف المظنون، من الجمل، "فَإِنَّا قَدْ فَتَنَّا قَوْمَکَ"،الظاهر من صنع المفسر أن المراد من قومک اللاحق هم الذين عنى بما قبله من أصل أن المعرفة إذا أعيدت كانت عين الأولىٰ وأنهم تخلفوا كلهم وشغلهم الفتنة من المجيء إلى الطور، ولكن الثابت عند غيره أن المعنى بالأول هم النقباء، والمراد بالثانى هم المتخلفون، وقوله:"فَإِنَّا قَدْ فَتَنَّا قَوْمَکَ" استيناف كلام وقصة اخرىٰ فلذا أعاد (قَالَ)، والفاء للتعقيب، أي :أقول لک عقب ما ذكرنا "إِنَّا قَدْ فَتَنَّا قَوْمَکَ"، وقيل :إنها للتعليل، أي :لا ينبغى البعد من قومک، أي النقباء السبعين فان القوم الذين خلفتهم مع أخيک (وَأَضَلَّهم السَّامِرِىُّ) فكيف تأمن على هٰؤلاء

(جلالين، ج ۲، ص ۲۶۵ مع تعليقات جديدة)

دعوت وتبلیغ سے متعلق کچھ اہم کتابیں جن کا مطالعہ ضرور فرمائیں۔

اسلام کا تبلیغی واصلاحی نظام مولانا احتشام الحسن کاندھلویؒ خلیفۂ مجاز حضرت بانیٔ تبلیغ

شاہراہ تبلیغ مولانا قاضی عبدالسلام صاحب خلیفۂ حضرت تھانویؒ

جماعت میں کیسے جائیں؟ مولانا محمد حسن صاحب میواتی ابتدائی رفیق بانیٔ تبلیغ

دین کی خدمت اور دعوت وتبلیغ کے مختلف طریقے مولانا محمد سلیم دھورات یوکے

ملنے کا پتہ: **ادارہ پیغام محمود دیوبند** (دارالعلوم مارکیٹ، مدنی روڈ، جامع رشید، دیوبند)

Scanned by CamScanner

مستفتی

عبدالسلام قاسمی غازی آبادی
کے دلائل پر ایک نظر

استفتاء کی عبارت

کیافرماتے ہیں حضرت مفتی صاحب مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ حضرت مولانا سعد صاحب دامت برکاتہم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے واقعہ کے ذیل میں یہ بیان فرمایا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کے قوم کی گمراہی کی وجہ یہ ہوئی کہ کوہ طور پر موسیٰ علیہ السلام بجائے قوم کو ساتھ لے کر جانے کے اکیلے چلے گئے۔ ۴۰ رات موسیٰ علیہ السلام نے عبادت میں گزاری جس کی وجہ سے چھ لاکھ بنی اسرائیل جو سب کے سب ہدایت پر تھے ان میں سے ۵ لاکھ ۸۸ ہزار چالیس رات کی چھوٹی مدت میں گمراہ ہو گئے۔

نظر

مولانا سعد صاحب کاندھلوی نے ۱۳ ربیع الاول ۱۴۳۸ھ مطابق ۱۳ ردسمبر ۲۰۱۶ء کو بعد نماز فجر بنگلہ والی مسجد حضرت نظام الدین دہلی میں جو تقریر کی تھی، اس میں یہ الفاظ بھی ہیں "صرف ۴۰ رات موسیٰ علیہ السلام نے دعوت کا عمل نہیں کیا" مولانا عبدالسلام قاسمی نے یہ الفاظ کیوں استفتاء سے حذف کر دیے؟ اس کی وجہ وہ جانتے ہوں گے، جب کہ مستفتی کی دیانت کا تقاضا ہے کہ وہ مفتی کے سامنے مسئلہ دریافت طلب کی مکمل صورت بیان کرے، مولانا عبدالسلام ماشاء اللہ قاسمی ہیں وہ مستفتی کی ذمہ داریوں کو خوب جانتے اور سمجھتے ہوں گے۔

استفتاء کے بعد خود غازی آبادی صاحب نے مولانا محمد سعد صاحب کے مذکورہ بالا قول کو شرعاً درست باور کرانے کے لیے درج ذیل دلائل نقل کیے ہیں:

Scanned by CamScanner

(۱) "قَالَ فَإِنَّا قَدْ فَتَنَّا قَوْمَکَ"، والمراد بالفتن إما الابتلاء، أو الإضلال، يعني ابتليناهم بإظهار العجل، هل يعبدونه أم لا؟ أو أضللناهم بعبادة العجل۔ فان قيل " فَإِنَّا قَدْ فَتَنَّا "مرتب على قوله "عَجِلْتُ إِلَيْکَ"، والتقدير "إذا عجلتَ إِلَيَّ فإنّا قد فتنّا قومک"، وهذا الكلام يقتضي كون العجلة سببًا للفتنة، إذ الفاء للسببية فما وجه هذه السببية؟ قلت لعل وجه ذلک أن الأنبياء عليهم السلام أرسلوا لهداية الخلق بوجهين: ظاهرًا، بدعوتهم إلى الإسلام، وتعليمهم الأحكام، وباطنًا بجذبهم إلى الله عما سواه وإفاضة نور الإيمان والمعرفة في قلوبهم حتى ينشرح صدورهم للإيمان، ويروا الحق حقًا والباطل باطلاً، ولا يتم ذلک إلا عند كمال توجههم إلى الخلق بشراشرهم، ولما كان عجلة موسى عليه السلام إلى الله تعالى مبنيًا على غلبة المحبة والشوق وسكر ذلک، انقطع عند ذلک توجه باطنه عن الأمة، فحينئذ لوقع أمة في الفتنة والضلال" (مظهری ۱۵۶-۱۵۵/۶)

(۱) اس دلیل پر نظر

(الف) مولانا عبدالسلام قاسمی بفضلہ تعالیٰ عالم ہیں اور نام کے ساتھ قاسمی کالاحقہ بتارہا ہے کہ دارالعلوم دیوبند کے فضلاء میں سے ہیں؛ اس لیے وہ ضرور جانتے ہوں گے کہ وہی دلیل، دلیل کہلانے کی مستحق اور لائق قبول ہوتی ہے جو اپنے دعویٰ کے مطابق ہوتی ہے۔ دعویٰ ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے ۴۰ راتیں دعوت کا عمل نہیں کیا اور اپنی قوم کو پیچھے چھوڑ کر تنہا کوہ طور پر عبادت میں مشغول رہے، اس وجہ سے قوم کی اکثریت گمراہ ہوگئی اور حضرت قاضی صاحب کی عبارت سے ثابت ہورہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی محبت وشوق کا ان پر اس قدر غلبہ ہوا کہ ان پر سکر اور بیخودی کی کیفیت طاری ہوگئی، جس کی وجہ سے ان کی توجہ باطنی امت سے منقطع ہوگئی اور اسی توجہ باطنی کے انقطاع سے امت فتنہ وضلالت میں واقع ہوگئی۔ مولانا غازی آبادی صاحب ہی انصاف سے بتائیں کہ کیا ان

Scanned by CamScanner

کی یہ دلیل ان کے دعویٰ کے مطابق ہے؟

دعویٰ : دعوت کا عمل ترک کر کے امت سے الگ عبادت میں مشغول ہو گئے اس وجہ سے ہدایت یافتہ قوم گمراہ ہو گئی۔

دلیل : محبت الٰہی اور اس کے شوق کا اس قدر غلبہ ہوا کہ اس سے سکر کی کیفیت ہو گئی جس سے امت کی طرف توجہ باطنی منقطع ہو گئی اس وجہ سے امت گمراہ ہو گئی۔

معمولی پڑھا لکھا شخص بھی دعویٰ و دلیل کو ایک نظر دیکھ کر یہی کہے گا کہ دونوں میں مطابقت نہیں ہے؛ لہٰذا اسے دلیل کہنا بجائے خود دلیل کا مذاق اڑانا ہے۔

(ب) حضرت قاضی صاحب علیہ الرحمہ نے یہ جواب لفظ **لَعَلَّ** سے شروع کیا ہے جو توقع، تعلیل اور بقول کوفیوں کے استفہام کے معانی میں استعمال ہوتا ہے، ظاہر ہے کہ یہاں توقع ہی کے معنی میں ہے، اردو میں توقع کا ترجمہ "شاید"، "امید ہے" اور "ممکن ہے" سے کیا جاتا ہے، اور یہ سب معانی جزم ویقین سے خالی ہیں، جب مجیب ہی کو اس جواب کی صحت پر جزم ویقین حاصل نہیں ہے، تو پھر یہ کسی امر پر دلیل وحجت کیسے بن سکتا ہے؛ کیوں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم جب اپنی بشری حیثیت سے بطور ظن وگمان کے کوئی بات کہیں تو بغیر باری تعالیٰ کی تقریر کے یہ بات امت کے حق میں حجت نہیں ہوتی، تو قاضی صاحب کا یہ غیر یقینی جواب کیسے دلیل وحجت بنے گا۔

(ج) حضرت قاضی صاحب نے اپنے اس جواب میں فرمایا ہے کہ حضرات انبیاء دو طور پر خلق خدا کی ہدایت کے لیے بھیجے جاتے ہیں :

(۱) ایک ہدایت ظاہری جو دعوت اِلَی الاسلام اور تعلیم احکام کے ذریعہ انجام پاتی ہے۔

(۲) دوسرے باطنی ہدایت جو انبیاء کی توجہ باطنی کے ذریعہ انجام پذیر ہوتی ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ہدایت ظاہری، یعنی دعوت وتعلیم پر قاضی صاحب نے سکوت فرمایا ہے، گویا ان کے نزدیک دعوت وتعلیم کے کام کو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بخیر وخوبی پورا کیا۔ دوسری، یعنی ہدایت باطنی جس میں بوجہ غلبۂ محبت الٰہی سکر وبیخودی طاری ہو جانے کے سبب خلل واقع ہوا، جس سے ان کی قوم گمراہ ہو گئی، اس تفصیل سے

Scanned by CamScanner

معلوم ہوا کہ یہ دلیل صرف دعویٰ کے موافق نہیں؛ بلکہ اس کے ایک جزء میں مخالف ہے ؛ کیوں کہ دعویٰ کا پہلا جزء یہ ہے کہ "حضرات موسیٰ علیہ السلام نے دعوت الی اللہ کا کام نہیں کیا"، جب کہ حضرت قاضی صاحب کا اس نوع کی ہدایت پر سکوت بتا رہا ہے کہ یہ کام پورے طور پر انجام دیا گیا۔

(د) حضرت قاضی صاحب علوم دینیہ بالخصوص حدیث وفقہ اور کلام وتصوف میں اپنے عہد کے فردِ فرید تھے، بایں ہمہ ان کا یہ صوفیانہ کلام "ولما کان عجلتموسیٰ علیہ السلام إلی اللہ مبنيًا علی غلبة المحبة والشوق وسُکر ذلک"، یعنی بقول حضرت قاضی صاحب توجہ باطنی بھی کارِ نبوت ورسالت کا ایک حصہ ہے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام پر غلبہ محبت الٰہی نے سکر کی حالت طاری کردی، جس کی وجہ سے وہ رسالت کے اس حصہ کو انجام نہ دے سکے، ہم جیسے باطنی حقائق سے نابلدوں کو یہ بات کھٹک رہی ہے کہ رسول پر بزمانۂ رسالت کیا ایسی حالت پیش آسکتی ہے جس سے وہ رسالت کے کام کو انجام دینے سے قاصر ہوجائیں؛ کیوں کہ حضرات انبیاء کرام ایسے عوارضات سے جو تبلیغ رسالت میں خلل انداز ہوں، محفوظ ہوتے ہیں۔

(ھ) اس دلیل کے نقل کرنے میں بھی تلاشِ حق سے بے اعتنائی برتی گئی ہے، قاضی صاحب نے زیر بحث واقعہ سے متعلق آیت کی تفسیر کی ابتدا اور انتہا میں مختصر لفظوں میں ایسی تفسیر بیان کی ہے جو واقعہ کی صحیح تصویر پیش کرتی ہے، اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شایانِ شان بھی ہے، اگرچہ غازی آبادی صاحب نے اسے چھوڑ دیا ہے، لیکن ہم نقل کررہے ہیں۔

"وَمَآ أَعۡجَلَکَ عَنۡ قَوۡمِکَ یٰمُوۡسٰی" خطاب لموسی معطوف علی الخطاب لبنی اسرائیل "قَدۡ أَنۡجَیۡنَاکُمۡ الخ"، "وَمَآ أَعۡجَلَکَ عَنۡ قَوۡمِکَ یٰمُوۡسٰی"، قال البغوی :أي :ماحملک علی العجلة عن قومک، وذلک أن موسیٰ اختار من قومه سبعین رجلاً حتی یذهبوا معه إلی الطور لیأخذوا التوراة فسار بهم ثم عجل موسیٰ من بینهم شوقًا إلی ربه، وخلف السبعین وأمرهم أن یتبعوه إلی الجبل، فقال اللہ تعالیٰ "وَمَآ أَعۡجَلَکَ عَنۡ قَوۡمِکَ

Scanned by CamScanner

یٰمُوْسٰی"قلت :وهذا سوال تقرير كما يسئل المحبوب من المحب حين يراه في غاية المحبة والشوق كي يذكر شوقه، لكن فيه مظنة انكار بما فيه من ترك موافقة الرفقة، فأجاب موسٰى عن الأمرين وقدم جواب الإنكار لكونه أهم، (قَالَ) موسى (هُمْ أُولَآءِ عَلٰى أَثَرِی)، يعني :ما تقدمتهم الا بخطىٰ يسيرة لا يعتد بها عادة وليس بيني وبينهم إلا مسافة قريبة يتقدم بها الرفقة بعضهم بعضًا، "وَعَجِلْتُ" معطوف على قوله "هُمْ أُوْلَآءِ"، أو حال بتقدير قد، "إِلَيْکَ"أي :إلى مقام كرامتك والمكان الذي وعدتني لتجلياتك عليّ وكلامك مني-----، "لِتَرْضٰى"، قيل :يعني :لأن المسارعة إلى امتثال أمرك والوفاء بعهدك أوجب لازدياد مرضاتك، قلت :بل معنى "لِتَرْضٰى" لغاية محبتك واشتغال الشوق إلى لقائك واستماع كلامك كما هو مقتضى اقتراب وقت لقاء المحبوب، وذلك الشوق والمحبة يقتضي مرضاتك، "قَالَ فَإِنَّا قَدْ فَتَنَّا قَوْمَکَ"-----وجاز أن يكون الكلام في الآية أنه قال اللّٰه تعالىٰ بعد ما أنجز وعده وأعطاه التوراة ارجع إلى قومه (قومك) فإنا قد فتنا قومك۔ (تفسیر مظہری، ج۶، ص ۱۵۵—۱۵۶)

"قَالَ فَإِنَّا قَدْ فَتَنَّا قَوْمَکَ" اور وجاز ان يكون الخ کے درمیان وہ عبارت ہے جو اوپر غازی آبادی صاحب نے بطور دلیل کے پیش کی اور جو تفسیری عبارت لائق توجہ اور نقل کرنے کی مستحق تھی اسے نظر انداز کر دیا۔ واللّٰہ ھو المستعان۔

(۲) (وَمَآ أَعْجَلَکَ عَنْ قَوْمِکَ یٰمُوْسٰی) سوال عن سبب العجلة يتضمن إنكارها من حيث إنها نقيصة في نفسها انضم إليها إغفال القوم" (تفسیر بیضاوی ۴/۳۵)

آں موصوف اس دوسری دلیل سے بھی یہی بتانا چاہتے ہیں کہ مولانا محمد سعد کاندھلوی نے جو بات حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں کہی ہے، وہ درست ہے اور اس کے ثبوت میں تفسیر بیضاوی کا یہ حوالہ درج کیا ہے۔

Scanned by CamScanner

مولانا محمد سعد صاحب نے دعوت کی اہمیت بیان کرتے ہوئے کہا تھا کہ ”دعوت کا چھوٹ جانا یہ امت کی گمراہی کا یقینی سبب ہے“ (بلفظہٖ) اپنی اس بات کو مدلل کرنے کیلئے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا یہ واقعہ ذکر کیا تھا، مولانا صاحب کی بات کے دو جزء ہیں:

(۱) ۰ہ رات موسیٰ علیہ السلام نے دعوت کا عمل نہیں کیا

(۲) ۰ہ رات موسیٰ علیہ السلام عبادت میں مشغول رہے، یہی دونوں امر بنی اسرائیل کی گمراہی کا سبب بنے۔

اب بتایا جائے کہ قاضی بیضاوی رحمہ اللہ کی اس تفسیری عبارت سے موسیٰ علیہ السلام کے ان دونوں کاموں اور اس کے نتیجے میں قوم کی گمراہی، آخر کون سی بات ثابت ہو رہی ہے جو بطور دلیل کے پیش کی جا رہی ہے؟ ہم نے گذشتہ سطور میں آیت زیر تحقیق سے متعلق قاضی صاحب کی مکمل عبارت مع حاشیہ شیخ زادہ نقل کر دی ہے، اسے ایک بار پھر بغور دیکھ لیجیے، حقیقت پوری طرح سمجھ میں آجائے گی۔

(۳) اپنی اس تیسری دلیل میں تفسیر مراغی کی ایک عبارت نقل کی ہے، یہ دلیل بھی پہلی دونوں دلیلوں کی طرح دعویٰ کے مطابق نہیں ہے۔

(۴) : عصر جدید کے معروف مصری محقق شیخ ابو زہرہؒ کی تفسیر سے اس حوالے میں تو آں موصوف نے کمال ہی کر دیا ہے کہ ان کی عبارت کے سیاق و سباق کو حذف کر کے بیچ سے ایک جملہ لے لیا اور خود مفسر کے معنی و مراد کے برخلاف اپنے فکر و نظر کے مطابق ایک مفہوم کشید کر لیا جس سے نہ جاننے والوں کو یہ جتانا چاہتے ہیں کہ شیخ ابو زہرہؒ پہلے ہی سے ان کے ہم زبان و ہم فکر ہیں، ہم شیخ کی مکمل عبارت نقل کر رہے ہیں جس سے اہل علم و دانش پر صبح روشن کی طرح واضح ہو جائے گا کہ جناب غازی آبادی صاحب نے علمی امانت و دیانت کی کہاں تک رعایت کی ہے، ملاحظہ ہو اصل عبارت:

أول صدمة لموسى الكليم فتنة العجل، ذهب موسى إلى جانب الطور الأيمن كما وعده ربه ليتلقى التوراة، وذهب فرحًا عجِلًا؛ لأنه على شوق لمخاطبة ربه، ولأن المسارعة إلى وعد الحبيب ترضية وترضى نفسه، وفي

غيبة موسى عن قومه لم يكن وقتا طويلا، فتن بنو إسرائيل بعبادة العجل، وربما يكون موضع عتب بهذه المسارعة، لما اقترن بغيبته، وكل شيء بإرادة الله ولكن على المرشد الهادي أن يراقب النفوس وموضع ضعفها، وموضع الضعف عند الإسرائيليين هو معاشرتهم لأهل فرعون، هو اتباعهم طريق هؤلاء في أوهامهم وعاداتهم وتقاليدهم.

قال الله تعالى لكليمه، وقد جاء مسارعا إليه في موعده:

{وَمَا أَعْجَلَكَ عَنْ قَوْمِكَ يٰمُوسٰى ، قَالَ هُمْ أُولَآءِ عَلٰى أَثَرِىْ وَعَجِلْتُ إِلَيْكَ رَبِّ لِتَرْضٰى}

"الواو" وصلت ما بعدها بما قبلها لكمال السياق، ولبيان أن الفتنة جاءت بعد الإنعام بالإنجاء وتنزيل المن والسلوى والمواعدة على خطاب الله تعالى لموسى، وهذا فيه تقريب لما يقع منهم من بعد، إذ قرنوا تلك النعم السامية بالكفر لا بالشك، وبذلك يتصور القارئ ما سيكون منهم.

كان موسى عليه السلام قد خرج من قومه بمن يمثلونهم، وهم السبعون المختارون الذين يمثلون أسباطهم، ولكنه ككل رئيس قد يسبق من معه يتعرف أمر اللقاء ولأنه في شوق للأنس بكلام ربه ولأنه يرى أن الله تعالى سيخاطبه بشرائع قد بعث بها.

سبقهم إلى الموعد، ولكن الله تعالى قدر ميقاتا محدّد الابتداء والانتهاء لمصلحة قدرها ولم يكن تقديره لغير أمر قدره سبحانه، وإن لبث موسى في قومه قد قدر الله فيه دفع ضرر، والله لا يخلف الميعاد، وكل شيء بقضاء الله وبتقديره وفي علمه المكنون، فهو سبحانه وتعالى يعلم ما كان وما سيكون.

عتب الله تعالى على كليمه المختار تعجله في ذاته، وعتب عليه أن سبق قومه وتركهم، وهم يحتاجون إلى رعايته ومراقبة خواطرهم ببصيرته، وهم قريبو عهد بمعاشرة الفاسقين.

Scanned by CamScanner

عتب الله تعالى على كليمه هذا، وكان على موسى أن يعتذر عما كان منه، والله عليم بذات الصدور، قال: {هُمْ أُولَآءِ عَلَىٰٓ أَثَرِي} أشار إليهم، ولم يأت بـ "كاف" الخطاب تأدبا مع الله (١)، ولأنه سبحانه العليم، فلا يحتاج إلى تنبيه بها؛ إذ هو يخاطب العليم الخبير، ومعنى {أُولَآءِ عَلَىٰٓ أَثَرِي} أنهم على مقربة مني، ولا يضلون الطريق؛ لأنهم ورائي، ثم قال معتذرا عن تعجله: {وَعَجِلْتُ إِلَيْكَ رَبِّ لِتَرْضَىٰ}، أي كان الدافع على عجلي إليك محاولتي إرضاءك حاسبا أن المسارعة إليك ترضيك، وقال كلمتين تقربا إليه سبحانه ومشيرا بهما إلى رغبة في ذلك التعجيل وهو أنسا بكلامه معه.

الكلمة الأولى هي {إِلَيْكَ}، أي عجلتي كانت إليك، وأنت القريب إلى نفسي آنس بكلامك، والكلمة الثانية هي {رَبِّ} أي القائم على نفسي، ومن صنعتني على عينك؛ فإني أسارع إلى من صنعني على عينه جل جلاله.

وقد نبهه سبحانه إلى مغبة تعجله، فقال عز من قائل:

{قَالَ فَإِنَّا قَدْ فَتَنَّا قَوْمَكَ مِنْ بَعْدِكَ وَأَضَلَّهُمُ السَّامِرِيُّ}

فاعل {قَالَ} هو الضمير العائد على الله جلت قدرته، والفاء للسببية، أي بسبب غيبتك وعدم قيامك بحق الرقابة النفسية عليهم التي مكناك منها، {قَدْ فَتَنَّا قَوْمَكَ مِنْ بَعْدِكَ} أي اختبرناهم لتتبين مقدار إراداتهم وعقولهم ومداركهم، وأضاف الاختبار الذي سماه "فتنة" إلى نفسه، وهو العليم بكل شيء قبل وقوعه، وبعد وقوعه، فالأزمان تكون بالنسبة للناس لا بالنسبة للذات العلية.

وعبر سبحانه فقال {قَوْمَكَ مِنْ بَعْدِكَ} أضاف القوم إليه استحثاثا لهمته، وقوة في عتابه، أي أنهم قومه الذي جاء لإخراجهم من طغواء فرعون،

ولكن لم يزل الأثر المسمى في عقولهم، فطغى بتعاليمه عليهم نفسيا وإن خلعوا الربقة وأزالوا رق الأجساد، فلم يزيلوا رق النفوس، ولقد قال تعالى: {وَأَضَلَّهُمُ السَّامِرِيُّ}، أي أوقعهم في الضلال، والسامري شخص انتقل معهم من مصر، كان يجيد النحت والتصوير، ولم ينص على أنه من الإسرائيليين أو أهل مصر الأصليين، ويغلب على الظن أنه إسرائيلي اندمج مع المصريين وعرف صناعاتهم، وقيل: إنه كان هنديا يعبد البقر، ثم اعتنق ديانة بني إسرائيل.

(زهرة التفاسير، تفسير سورة طٰه: ص:-۴۷۶۵ ۴۷۶۶)

(۵) یہ پانچویں دلیل تفسیر القاسمی سے ماخوذ ہے، جس کا حاصل یہ ہے کہ "وَمَآ أَعْجَلَكَ عَنْ قَوْمِكَ يٰمُوْسٰى" اس سوال کے ذریعہ خدائے عالم الغیب نے درحقیقت آداب سفر کی موسیٰ علیہ السلام کو تعلیم دی ہے، یہ تفسیر امام ابن المنیر مالکی کی تفسیر الانتصاف سے ماخوذ ہے، علامہ آلوسی نے روح المعانی میں اسے نقل کرکے اس پر تبصرہ کیا ہے کہ یہ واقع حال کے مطابق نہیں ہے، بہر حال زیر بحث مسئلہ سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے۔

یہی حال مولانا غازی آبادی کی پیش کردہ دلیل (۶) ودلیل (۷) کا بھی ہے، جو علی الترتیب تفسیر طبری اور تفسیر رازی کے حوالہ سے نقل کی گئی ہیں۔ ان دونوں تفسیروں کی عبارت سے یہی ثابت ہورہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے یہ سوال کیا ہے کہ قوم سے آگے بڑھ کر کیوں آگئے؟ ظاہر ہے کہ اتنی بات سے مولانا سعد صاحب کے قول کی صحت تو ثابت نہیں ہوسکتی۔

(۸) اس دلیل میں امام محی الدین ابن عربی کی جانب منسوب تفسیر القرآن کی ایک طویل عبارت نقل کی ہے، مولانا غازی آبادی جانتے ہوں گے کہ ابن عربی کی شخصیت بڑی مختلف فیہ ہے، علاوہ ازیں اس تفسیر کی نسبت ان کی جانب محل بحث ہے۔ ڈاکٹر محمد حسین ذہبی نے التفسیر والمفسرون میں متعدد قابل قبول دلائل سے ثابت کیا ہے

Scanned by CamScanner

کہ یہ تفسیر شیخ ابن عربی کی نہیں ہے؛ بلکہ عبدالرزاق قاشانی صوفی کی تالیف ہے، کتاب کو رواج دینے کے لیے ابن عربی کی جانب (۳۱) کی نسبت کردی گئی ہے اور قاشانی کے بارے میں سید رشید رضا نے لکھا ہے کہ یہ فرقۂ باطنیہ سے تعلق رکھتے ہیں، مگر ڈاکٹر محمد حسین ذہبی اسے صحیح نہیں سمجھتے ہیں، بہر صورت یہ تفسیر خالص حضرات صوفیا کی تفسیر اشاری پر مشتمل ہے اور عقاید واحکام پر تفسیر اشاری سے استدلال واستشہاد نہیں کیا جاتا ہے؛ کیونکہ اس تفسیر کا مدار الفاظ کے باطنی معنی ومفہوم پر ہوتا ہے جب کہ اسلامی عقاید واحکام قرآن وحدیث کے ظاہری نصوص سے ماخوذ ہیں، کاش کہ مولانا غازی آبادی زیر بحث موضوع میں اس کتاب کا حوالہ نہ دیتے تو انکے حق میں بہتر ہوتا، مگر اسے کیا کیجیے کہ انھیں قدیم ائمہ تفسیر کی مستند کتابوں کے مقابلہ میں تفسیر القرآن منسوب بنام ابن عربی اور ابن عاشور، مراغی، قاسمی وغیرہ عہد جدید کے مفسرین کی کتابیں ہی پسند ہیں۔

اس کے بعد آں موصوف لکھتے ہیں مذکورہ واقعہ سے متعلق اردو کتب تفسیر سے دلائل، پھر اردو تفسیر سے پہلی دلیل میں تفسیر مظہری عربی کی جو عبارت اپنی اولین دلیل میں نقل کی تھی، اسی کا اردو ترجمہ نقل کردیا ہے، آج معلوم ہوا کہ کسی کتاب کے ترجمہ کی حیثیت الگ مستقل کتاب کی ہوتی ہے، اس جدید انکشاف پر ہم مولانا کے مشکور ہیں۔

اس ترجمہ کو نقل کرلینے کے بعد لکھتے ہیں: یہی تفسیر روح المعانی ۱۶/ ۲۴۱ وغیرہ میں بھی ہے۔ یہ بات صحیح ہے کہ علامہ آلوسی تفسیر روح المعانی میں آیات کی ظاہری اعتبار سے تفسیر مکمل کرلینے کے بعد "التفسیر من باب الإشارۃ" کے عنوان سے کثرت سے اشاری تفسیر بھی بیان کرتے ہیں، یہ تفسیر جو آں موصوف نے تفسیر مظہری اردو کے حوالہ سے درج کی ہے، اس کا روح المعانی میں وجود ہی نہیں، یہ حوالہ انھوں نے شاید روح المعانی کو دیکھے بغیر دے دیا ہے۔ علمی مباحث میں اس قسم کا رویہ آدمی کو غیر معتمد بنا دیتا ہے۔

اردو تفسیروں سے دلائل کے ذیل میں معارف القرآن سے ایک عبارت (جس کو حضرت مفتی صاحبؒ نے بحوالہ روح المعانی درج کیا ہے) نقل کی ہے، اس سلسلے میں عرض ہے کہ معارف القرآن مؤلفہ حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ کثرت سے

دستیاب ہے، آپ ان کی پوری تحریر پڑھ سکتے ہیں؛ البتہ روح المعانی تک سب کی رسائی نہیں ہے، اس لیے ہم افادہ کی غرض سے روح المعانی کی اصل عبارت نقل کر رہے ہیں:

"وَمَآ أَعۡجَلَكَ الخ" حكاية لماجرى بينه تعالىٰ وبين موسى عليه السلام من الكلام عند ابتداء موافاته الميقات بموجب المواعدة المذكورة سابقًا، أي :وقلنا له :أي شيء عجل بك عن قومك فتقدمت عليهم، المراد بهم هنا عند كثير -ومنهم الزمخشرى- النقباء السبعون، والمراد بالتعجيل تقدمه عليهم لا الإتيان قبل تمام الميعاد المضروب خلافاً لبعضهم، والاستفهام للإنكار ويتضمن كما فى الكشف إنكار السبب الحامل لوجود مانع فى البين وهو إيهام إغفال القوم وعدم الاعتداد بهم مع كونه عليه السلام مأمورا باستصحابهم وإحضارهم معه، وإنكار أصل الفعل؛ لأن العجلة نقيصة فى نفسها فكيف من أولى العزم اللائق بهم مزيد الحزم۔ (روح المعانی، ج ۱۶، ص ۲۴۱)

روح المعانی کی عبارت میں جو الکشف کی عبارت آئی ہے، اس عبارت کو اور حضرت مفتی صاحب نے جو لکھا ہے، اس کے مقابلہ سے معلوم ہو جائے گا کہ معارف القرآن کی عبارت کا کچھ حصہ اوپر منقول الکشف کی عبارت سے زائد ہے، یہ زیادتی حضرت مفتی صاحب نے کہاں سے نقل کی ہے؟ واللہ اعلم بالصواب، نیز واضح ہو کہ الکشف، یہ امام ثعلبی کی الکشف والبیان ہے جو اسرائیلیات اور موضوعات کا سب سے بڑا خزانہ ہے۔

اس کے بعد آخر میں مولانا عبد السلام قاسمی غازی آبادی سے عرض ہے کہ اردو کی اپنے اکابر کی تفسیروں میں بیان القرآن از حضرت تھانویؒ، معارف القرآن از مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ اور فوائد عثمانی بر ترجمہ حضرت شیخ الہندؒ کے ساتھ مولانا محمد جونا گڑھی کا ترجمہ وحواشی :احسن البیان وغیرہ کا بھی مطالعہ کر لیں، ان کے حق میں یہ مطالعہ نہایت مفید ہوگا۔ موصوف کی سہولت کے لیے معارف القرآن ادریسی کی واقعہ سے متعلق تفسیر نقل کی جا رہی ہے، کم از کم اسی کو ملاحظہ کر لیں۔

Scanned by CamScanner

معارف القرآن (ادریسی) کی عبارت

موسیٰ علیہ السلام کی کوہِ طور سے واپسی اور گوسالہ پرستی کا واقعہ

قال اللہ تعالیٰ وَمَآ اَعۡجَلَکَ عَنۡ قَوۡمِکَ یٰمُوۡسٰی ۔۔۔ اِلیٰ ۔ وَسِعَ کُلَّ شَیۡءٍ عِلۡمًا

القصہ جب فرعون غرق ہو گیا (1) تو بنی اسرائیل نے موسیٰ علیہ السلام سے یہ استدعا کی کہ ہمارے لیے کوئی دستور ہدایت اور قانونِ شریعت چاہیے کہ ہم اس پر چلیں۔ موسیٰ علیہ السلام نے اس بارے میں حق تعالیٰ سے درخواست کی، حق تعالیٰ نے توریت عطا کرنے کا وعدہ فرمایا کہ ہم تم کو ایسی کتاب عطا کریں گے، جس میں احکام شریعت جمع ہوں گے اور یہ حکم دیا کہ ستر علماء اپنے ہمراہ لے کر کوہ طور پر آئیں تا کہ وہ اس کرامت کا جلوہ دیکھیں؛ چناں چہ موسیٰ علیہ السلام نے اپنی جگہ پر تو ہارون علیہ السلام کو چھوڑا اور ستر علماء کو لے کر کوہ طور کی طرف متوجہ ہوئے، جب وہ کوہ طور کے قریب پہنچے تو موسیٰ علیہ السلام شدّتِ شوق سے بے تاب ہو گئے اور ان سب سے پہلے سبقت کر کے آگے پہنچ گئے اور ان کو یہ سمجھا گئے کہ تم پہاڑ پر آ جانا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے یہ سوال کیا۔

اور اے موسیٰ جلدی کر کے اپنی قوم سے پہلے آ جانے پر تم کو کس چیز نے آمادہ کیا

تو عرض کیا کہ اے میرے پروردگار! وہ میرے پیچھے ہی پیچھے آ رہے ہیں، کچھ زیادہ دور نہیں اور اے میرے پروردگار میں نے تیری طرف آنے میں اس لیے جلدی کی کہ تو

مجھ سے اور زیادہ خوش ہو جائے۔ اس لیے میں نے بصد شوق و رغبت تیری طرف عجلت اور مسارعت کی تا کہ مزید تیرے قرب اور رضا اور کرامت کا سبب بنے، اس عجلت اور سبقت سے میرا مقصود اپنی بڑائی نہیں؛ بلکہ تیری مزید خوشنودی مقصود ہے، اور نہ یہ عجلت قوم سے غفلت اور بے اعتنائی کی بنا پر ہے، وہ سب میرے پیچھے پیچھے میرے نشان قدم پر چلے آ رہے ہیں۔ خدا تعالیٰ نے فرمایا : اے موسیٰ! یہ خاص گروہ اگرچہ تمہارے پیچھے پیچھے تمہارے نشانِ قدم پر چلا آ رہا ہے، مگر تمہاری وہ قوم جن پر تم ہارون علیہ السلام کو اپنا خلیفہ مقرر کر کے چھوڑ آئے ہو، وہ تمہارے نشانِ قدم سے منحرف ہو گئی۔ حق جل شانہ کا اس سوال مَآ اَعۡجَلَکَ سے مقصود ہی یہ تھا کہ موسیٰ علیہ السلام کو

Scanned by CamScanner

اس فتنہ کی خبر دیں، جوان کی مفارقت کے بعد پیش آیا؛ چناں چہ فرماتے ہیں:

پس تحقیق ہم نے تمہاری قوم کو تمہارے چلے آنے کے بعد فتنہ اور آزمائش میں ڈال دیا ہے، اور ظاہر اسباب میں سامری نے ان کو گمراہ کیا ہے۔ یعنی اصل فتنہ اور ابتلاء تو من جانب اللہ ہے اور گمراہی کا ظاہر سبب اور واسطہ سامری ہے کہ اس نے گوسالہ ایجاد کیا اور بنی اسرائیل کو اس کی عبادت پر آمادہ کیا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام طور پر جاتے وقت اپنے بھائی ہارون علیہ السلام کو اپنا جانشین کر گئے تھے اور یہ ہدایت فرما گئے تھے کہ ان کو توحید اور ہدایت پر قائم رکھنا۔

"سامری" موسیٰ علیہ السلام کی اُمت کا ایک منافق تھا، ہر وقت مسلمانوں کو گمراہ کرنے کی کوشش میں لگا رہتا تھا۔ موسیٰ علیہ السلام کے چلے جانے کے بعد اس نے چاندی سونے کا ایک بچھڑا ڈھال لیا اور بنی اسرائیل سے کہا کہ یہ تمہارا معبود ہے، بنی اسرائیل اس کو پوجنے لگے اور آزمائش میں پورے نہ اُترے سوائے بارہ ہزار کے سب گوسالہ پرستی میں مبتلا ہو گئے۔

سامری کا نام موسیٰ بن ظفر تھا۔ اور بعض کہتے ہیں اس کا نام ہارون تھا۔

موسیٰ علیہ السلام کے جاتے ہی سارے بنی اسرائیل کے گمراہ کرنے کی فکر میں پڑ گیا تھا بالآخر اس نے یہ فتنہ کھڑا کیا، جس پر بنی اسرائیل مفتون ہو گئے۔ انتہیٰ

اوپر مذکور ان تفصیلات سے یہ امر بخوبی ثابت ہوجاتا ہے کہ مولانا محمد سعد کاندھلوی کا یہ قول اللہ کے رسول حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شایانِ شان نہیں ہے؛ بلکہ مولانا محمد سعد صاحب کا یہ قول بالکل غلط ہے بایں ہمہ مولانا موصوف کا اس پر اصرار مسئلہ کی نزاکت کو خطرناک حد تک بڑھا دیا ہے۔

وآخر دعوانا أن الحمد للہ رب العالمین، اللّٰھم أرنا الحق حقا وارزقنا اتباعہ وأرنا الباطل باطلاً وارزقنا اجتنابہ وصلی اللہ تعالیٰ علی نبینا وسائر الأنبیاء وسلم

☆ ☆ ☆

Scanned by CamScanner